علمائے ہند خصوصاً حضرت شاہ ولی اللہ، ان کے اہلِ خاندان، حزبِ ولی اللہی، سلسلۂ عالیہ امدادیہ،
نیز کاندھلہ، بڈھانہ، پھلت، تھانہ بھون، جھنجھانہ، دیوبند، رام پور، سہارنپور، کیرانہ، گنگوہ، نانوتہ
اور نواحی بستیوں کے علماء اور اہلِ کمال کے احوال و کمالات اور تحریرات و آثار کا مرقع

سہ ماہی

احوال و آثار

مرتب:
نور الحسن راشد کاندھلوی

حضرۃ مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ

سہ ماہی

احوال و آثار

کاندھلہ

جلد اول

شمارہ نمبر ۴

شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ ○ اپریل، مئی، جون ۱۹۹۵ء

زرِ تعاون

ہندوستان میں	فی شمارہ	سالانہ	خاص خریداروں سے
افراد سے:	بیس روپئے -/20	پچھتر روپئے -/75	ہندوستان میں:
لائبریریوں کیلئے	چالیس روپئے -/40	ایک سو پچاس روپئے -/150	دو سو پچاس روپئے سالانہ -/250
بیرونی ملکوں سے	پانچ ڈالر $5	بیس ڈالر $20	بیرون ہند پچھتر ڈالر $75

پتہ:

دفتر احوال و آثار، حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، مولویان، کاندھلہ، ضلع مظفر نگر - ۲۴۷۷۷۵

Office: **AHWAL-O-AASAR,**
Mufti Ilahi Bakhsh Academy Maulvian, Kandhla.
Distt.Muzaffar Nagar-247775, (U.P.) India. **Phone: 013182-2369**

فہرست مضامین

احوال و آثار کے پاکستانی خریداروں کرم فرماؤں کی خدمت میں

پاکستان کے لیے احوال و آثار کی سالانہ قیمت دو سو روپے (۲۰۰) پاکستانی، یا سات امریکی ڈالر۔ اس پتہ پر قیمت روانہ فرما کر رسید رجسٹرڈ ڈاک سے ہمیں بھجوادیں۔ تبادلہ کے لیے رسائل اور اخبارات بھی اسی پتہ پر بھیجنا بہتر ہے:

جناب شبیر احمد خاں صاحب میواتی (مدیر نقوش میوات)

A/7 گلی روشن دین۔ محلہ حکیماں۔ صداقت پارک ساندہ خورد، لاہور پوسٹ کوڈ ۵۴۰۰۰

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

اتقوا الشرک

یہ حقیقت کسی وضاحت کی محتاج نہیں کہ برصغیر ہند و پاک میں مسلمانوں کے رسوم و رواج، ان کی معاشرت، طرز بود و باش، بلکہ بعض خالص اسلامی ہدایات و احکامات پر بھی ہندوستان کے پرانے طور طریقوں، مختلف قبائلی و علاقائی رسوم و رواج، ان کی عبادات اور مذہبی معتقدات کا کچھ نہ کچھ سایہ کہیں نہ کہیں ضرور پڑا ہے، ایسے خانوادے برصغیر میں بہت ہی کم ہیں جن کے یہاں اسلامی تعلیمات اور طور طریقے ہمیشہ خالص اسلامی طرز میں زندہ اور زیر عمل رہے ہوں۔ اکثریت ایسے ہی افراد کی ہے جو جانتے بوجھتے، یا انجانے میں یا کسی غلط فہمی کی وجہ سے ان رسومات و توہمات اور اس قدیم معاشرتی نظام سے متاثر ہیں جو غیر اسلامی تعلیمات و اقدار پر مبنی اور شریعت کی صاف ہدایات کے خلاف ہے۔

یہ تاثر اور مقامی روایات و رسوم کی پاسداری کچھ نئی اور آج کی بات نہیں ہے بلکہ ہندوستان میں مسلم حکومت قائم ہونے کے وقت ہی سے، یا شاید اس سے بھی پہلے سے اس کا سلسلہ چلا آرہا ہے مگر ایسا بھی نہیں ہے کہ یہ فساد و بگاڑ عام ہو گیا ہو اور سب مسلمان اس میں مبتلا ہوں اور دینی رہنما، علماء کرام اور مشائخ و صوفیا اس کی تردید اور تدبیر و علاج سے غافل بیٹھے ہوں۔ ہر زمانہ میں ممتاز علماء نے اور مشائخ و اصفیا نے ان اثرات کے خلاف آواز اٹھائی، جد و جہد کی، تحریکیں چلائیں اور صحیح اسلامی معاشرہ نیز اسلامی طرز زندگی اپنانے اور عام کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اس دور میں بھی یہ خدمت مختلف جماعتوں، تنظیموں، اور مشائخ کی طرف سے یہ خدمت اپنے اپنے انداز اپنے اپنے وسائل اور صلاحیت کے مطابق انجام دی جارہی ہے اور ان کے فوائد و اثرات بھی محسوس کئے جارہے ہیں۔

مگر فساد بگاڑ کا جو بنیادی سرچشمہ ہے اور موجودہ دور میں بالخصوص پچھلے سات آٹھ سال سے ان رسوم میں اور مسلمانوں کی زندگی میں جو بڑی گندگی اور برائی داخل ہوتی جارہی ہے اس کی

طرف پوری اور خاطر خواہ توجہ کی کمی محسوس ہوتی ہے یہ ناسور جس کا آپریشن سب سے پہلے ضروری ہے اور جس کو دور کئے بغیر نہ کوئی وعظ و پند مفید ہے، نہ اصلاح و تربیت کی کوشش، نہ معاشرت کی تبدیلی کی جدوجہد! یہ برائی شرک، کفر اور دیوی دیوتاؤں کے مشرکانا تصور کا مسلمانوں کے گھروں میں داخلہ ہے۔ اس دور کے ذرائع ابلاغ خصوصاً اور ٹی وی اور فلموں نے کفر و شرک کے مظاہر اور ان کے مذہبی عقائد و نظریات کو گھر گھر پہنچا دیا ہے، اور اس میں کچھ شک و شبہ نہیں کہ ہماری نئی نسلیں اس سے بری طرح متاثر ہو رہی ہیں، صرف یہی نہیں کہ ہماری نئی نسلوں کو دیوی دیوتاؤں اور ہندو، دیو مالا (Methology) سے ایک انسیت اور عقیدت سی ہو چلی ہے ان کو دیوی دیوتاؤں کے متعلق جاننے کا شوق ہے بلکہ بد قسمتی یہ ہے کہ مسلمانوں کے بچے ان کو احترام کا وہ درجہ دینے لگے ہیں جس سے ان کا ایمان اور عقائد متاثر ہوتے ہیں اور دوسرے مذاہب میں دیوی دیوتاؤں سے (العیاذ باللہ) جو خدمات منسوب ہیں ہمارے یہاں بھی بعض کا یہ خیال ہو چلا ہے کہ شاید ہمیں بھی اس سے فائدہ ہو سکتا ہے، مسلمانوں کے بچے دیوی دیوتاؤں کی تصویروں، مورتیوں کو دیکھ کر ہاتھ جوڑتے ہیں کہ یہ فلاں دیوی جی ہیں، یہ فلاں دیوتا ہیں ہمارے بعض نوجوان غیروں کی عبادت گاہوں میں جا کر ان کے مذہبی معمول کے مطابق بعض رسوم انجام دینے کو فخر اور اعزاز سمجھنے لگے ہیں، وہ برملا غیر اسلامی تقریبات، جلسوں جلوسوں اور تہواروں میں شریک ہوتے ہیں اور اس پر اظہار مسرت کرتے ہیں اور مسلمانوں میں بھی مورتیوں کے بنانے، فروخت کرنے اور ان سے اپنے گھروں دوکان کو سجانے کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے جو برابر ترقی کر رہا ہے۔ اور وہ ملت جس کا طرہ امتیاز ہی:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (الزمر: ۲) اپنے دین (وطریقہ، عبادت) کو اللہ کے لئے خالص رکھو۔

کا اعلان اور ہر حال میں اس پر عمل کرنا تھا، اس کے بعد افراد بت فروشی و بت گری میں مبتلا ہیں۔

سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

صورت حال نہایت سنگین ہے اور کسی بڑے خطرہ کی نشاندہی کرتی ہے ضرورت ہے کہ سب سے پہلے اس بڑے فتنہ کا دروازہ بند کیا جائے اور مسلمانوں کی خاص طور سے نوجوان نسلوں کی زندگی پر کفر و شرک کے جو اثرات پڑ رہے ہیں اس کے چھوٹے سے چھوٹے اثر کو، دیوی دیوتاؤں کی تقدیس کے یہ معمولی سے معمولی نشان کو پورے قوت اور ذمہ داری کے ساتھ دور کیا جائے، جب تک ہماری زندگیوں میں سے یہ ناسور ختم نہیں ہوں گے اور شرک کے خفیف سے خفیف اثرات دور نہیں ہوں گے اس وقت تک اصلاح رسوم اور اصلاح معاشرہ کی تحریکوں کا کوئی بہت بڑا فائدہ متوقع نہیں، ان تمام رسومات کا سرچشمہ غیر اسلامی روایات سے وابستگی میں پوشیدہ ہے ان راستوں سے آنے والی معمولی سے معمولی گندگی بھی اصلاح و ہدایت کے بڑے سے بڑے

منصوبوں کو خاک میں ملا دینے کے لئے کافی ہے۔ لہذا ان سوراخوں کو بالکل بند کر دینا ہمارا سب سے پہلا کام ہونا چاہئے اور ان کے ذریعہ سے پیدا ہونے والی عفونت اور تیزابیت کے دور کرنے کا انتظام بھی ہماری بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہے، تاکہ ہماری موجودہ اور آنے والی نسلیں ان سوراخوں سے ڈسے جانے سے محفوظ رہیں۔ اور ان زہریلی ہواؤں کے مسموم اثرات سے پوری واقف اور اس کے نقصانات سے پوری طرح باخبر رہیں ـــــــ اس کوشش کے ساتھ ساتھ جب تک:

لکم دینکم ولی دین (الکفرون)	تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ ملے گا۔

کی برملا اور صاف آواز نہیں لگائی جائے گی، اور جب تک ہر ایک مسلمان کے کان میں یہ اعلان ربانی تازہ نہیں کر دیا جائے گا اور ان کو اس کا سوفیصد یقین نہیں ہو جائے گا کہ:

انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ و ماوٰئہ النار و ماللظالمین من انصار۔ (سورۃ المائدہ: ۷۲)	بے شک جو شخص اللہ تعالی کے ساتھ شریک قرار دیگا سو اس پر اللہ تعالی جنت کو حرام کر دیگا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مدد گار نہ ہو گا۔

اور جب تک مسلمانوں کے ایک ایک گھر میں یہ پیام از سر نو اور پوری قوت کے ساتھ نہیں پہنچایا جائے گا کہ:

ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذٰلک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد ضل ضلالا بعیدا (النساء: ۱۱٦)	بے شک اللہ تعالی اس بات کو نہ بخشیں گے کہ انکے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جاوے اور اسکے سوا جتنے گناہ ہیں جس کیلئے منظور ہو گا وہ گناہ بخش دینگے اور جو شخص اللہ تعالی کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

اس وقت تک وہ مقصد حاصل ہونے والا نہیں ہے۔ جس کی ہم آرزو کرتے ہیں۔

واقعی اسلامی زندگی اور صحیح اسلامی معاشرہ کا پہلا قدم شرک کا، شرک کے تمام مظاہر کا، اس کے تمام آثار کا اس کے تمام پہلوؤں کا سوفیصد انکار ہے، اس میں ذرہ برابر بھی نہ رعایت کرنے کی گنجائش ہے نہ اسے نظر انداز کرنے کی۔ جب تک جڑوں پر تیشہ نہ چلایا جائے اس وقت تک صرف شاخ و برگ کو تراش کر یہ امید رکھنا کہ خارستان اور بھیانک جنگل، لہلاتے باغ میں

تبدیل ہوجائیں گے سادہ لوحی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ہم دیواروں، چھتوں کی آرائش میں اور ان کو رنگ روغن کے آراستہ کرنے میں مصروف ہیں مگر عمارت کی بنیادوں میں پانی مر رہا ہے، وہ مسلسل کمزور ہو رہی ہیں، دانشمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ سب سے پہلے بنیادوں کی فکر کی جائے، ان کی حفاظت و مضبوطی کا اہتمام کیا جائے، اگر ایسا نہ کیا گیا تو (خدا نہ کرے) ڈر ہے کہ یہ آراستہ پیراستہ عمارت یکلخت زمین بوس نہ ہوجائے۔ افسوس ہے کہ ہم جانتے بوجھتے اس بڑے خطرہ اور آنے والے طوفان کی جانب سے آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں، ضرورت ہے کہ طوفان آنے سے پہلے بند لگایا جائے، آندھیاں چلنے سے پہلے اپنے دروازوں کی فکر کی جائے، ورنہ بسا اوقات ایسی بڑی غلطی بڑے بھیانک نتائج کو جنم دیتی ہے ـــــ ہمارا معاشرہ، شرک کے مظاہر اور غیر اسلامی رسوم و طور طریقوں سے تاثر کا اور اس سے وابستگی کا جان بوجھ کر جو مظاہر کر رہا ہے، وہ بڑے خطرناک رجحان کی غمازی کرتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم غفلت میں پڑے رہیں اور آنے والا سیلاب سب کچھ بہالے جائے ـــــ لہذا ہمارے تمام دینی اداروں کا، مبلغین و مصلحین کا، اور اصلاحی و تربیتی تحریکوں کا سب سے پہلا اور اہم ترین کام یہ ہونا چاہئے کہ وہ اتقوا الشرک کی علی الاعلان آواز لگائیں اور ہر وہ چیز جس سے عقیدہ توحید ذرہ برابر بھی متاثر ہوتا ہو اور ہر وہ سوراخ جس سے شرک کی بال برابر گندگی بھی مسلمانوں کی زندگیوں پر اثر انداز ہوسکتی ہو اس سوراخ کو بند کرنے، اور ان راستوں پر مہر لگانے کی سب سے پہلے اور مسلسل کوشش کریں۔ اس کے بغیر ہماری تمام دینی علمی جدوجہد اور ساری کوششیں خطرہ میں ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ایک جانب ہم تریاق کی فکر کرتے رہیں اور دوسری جانب سے (شرک کا) زہر ہمارے گھروں میں پھیل کر ہمیں یکسر معطل و ناکارہ بنادے۔

اور آج کا یہ مشاہدہ کہ شرک ہماری زندگی کی سب گوشوں میں آہستہ آہستہ اپنے پنجے گڑوئے جا رہا ہے اور ہم اس سے بے خبر ہیں، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تصدیق ہے اور ہمارے لئے ایک تنبیہ بھی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"یاایہا الناس، اتقوا ھذا الشرک فانہ اخفی من دبیب النمل" اے لوگوں شرک سے بچو کیونکہ یہ چیونٹی کے چلنے سے زیادہ خاموشی کے ساتھ تمہارے اندر اثر کرتا ہے۔

ہمارے خاص حالات ریڈیو ٹی وی فلموں کی یلغار اور غیر اسلامی اور نامناسب رسائل اور اخبارات کے پھیلائس اور گھر گھر ان داخلے اور استقبال کی وجہ سے ہمارے اندر شرک کے اثرات اور کے نقصانات اس سرایت کر رہے ہیں کہ ہمیں ان کا چلنا اور اپنے اندر اترنا محسوس نہیں ہو رہا ہے اور بلاشک و شبہ یہ ایسا زبردست اور غیر معمولی نقصان ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم اس برے راستہ کو پوری طرح بند کریں اور اپنی نئی نسلوں کو اور

اہل و عیال کو اس راستہ پر جانے سے، بچانے کی آخری سانس تک ہر ممکن تدبیر عمل میں لائیں اور اپنی اولادوں کو، نسلوں کو خاندانوں کو اور ہر اک واقف و بے گانہ کو قرآن پاک کی یہ دعوت یہ وصیت اور یہ پیام پوری شان و شوکت اور پوری طاقت و صلاحیت کے ساتھ پہنچادیں:

یا بنی لا تشرک باللہ، ان الشرک لظلم عظیم (سورۃ لقمان : ۱۳)

بیٹا خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا بے شک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے۔

اور:

فلا تموتن الا وانتم مسلمون (البقرہ : ۱۳۲)

سو تم بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔

افسوس ہے کہ ہم اپنی مشکلات پر قابو نہیں پاسکے۔ اور یہ شمارہ بھی تاخیر سے چھپ رہا ہے رسالہ کی وقت پر اشاعت کے لئے ہماری کوشش کے علاوہ اس کی بھی ضرورت ہے کہ احوال و آثار کا سلسلہ خریداران زیادہ سے زیادہ وسیع ہو اور اس کا زیادہ سے زیادہ تعارف ہو، اس کا حلقہ جس قدر وسیع ہو گا اس کی اشاعت میں اسی تناسب سے وقت کی پابندی متوقع ہے۔

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی امیر جماعت تبلیغ کی وفات کے اس سال کے اہم ترین دینی و علمی حوادث میں سرفہرست ہے۔ احوال و آثار کی آئندہ اشاعت (جو محرم تا جمادی الثانی ۱۴۱۶ھ / جولائی تا دسمبر ۱۹۹۵ء کا شمارہ ہو گا)۔ انشاء اللہ تعالی حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے احوال و خدمات اور متعلقہ معلومات و تحریرات کے لئے مختص ہو گا، جس میں حضرت مولانا پر ایک سیر حاصل مضمون، نیز تبلیغی تحریک اور اس کے اکابر سے متعلق نادر چیزیں تحریریں اور خطوط وغیرہ شائع کئے جائیں گے اور یہ شمارہ دو سو صفحات سے متجاوز ہو گا، اس سلسلہ میں قارئین سے تعاون کی درخواست ہے کہ ایسے خطوط تحریرات و معلومات ارسال فرمائیں جو اس شمارے میں شامل کئے جاسکیں۔

نور الحسن راشد

حسن العقیدہ تالیف امام ہمام حضرت شاہ ولی اللہ رح

تعارف ۔ ترجمہ اور متن

نورالحسن راشد کاندھلوی

اسلامی عقیدہ کی صحیح معلومات، ان پر پورا ایمان ویقین، ان کے مطالبات پر عمل اور ان کے حقوق کی صحیح ادائیگی اور ان کی پوری پوری حفاظت و نگرانی اور ان کو ہر قسم کی ملاوٹ اور غیر دینی غیر اسلامی اثرات سے محفوظ رکھنا ہر مسلمان کی پہلی ذمہ داری اور اہم ترین بنیادی فریضہ ہے ۔ عقیدہ کی درستگی کے بغیر نہ نماز روزہ مقبول ہے، نہ حج وزکوۃ اور دوسرے اسلامی دینی اعمال لائق پزیرائی اور قابل التفات ہوں گے ۔ اس لئے ہر زمانہ کے اکابر علماء اور مرشدین و مصلحین کی اس جانب خاص کلیدی توجہ رہی ہے کہ مسلمانوں کو صحیح اسلامی عقائد کے ہر ایک پہلو سے پورے طور پر واقف کرایا جائے، اور اس پر عمل کی زیادہ سے زیادہ جدوجہد کی جائے ۔ اسلامی عقائد اور ان کے متعلقات کو تمام مسلمانوں تک پہونچانے کے لیے ان سب حضرات نے (جزاہم اللہ تعالیٰ) اپنے اپنے وسائل اور صلاحیت کے مطابق پوری کوشش فرمائی ۔ اسی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے ہر دور میں اسلامی عقائد پر عالمانہ اور عامیانہ ہر ایک زبان اور اسلوب تحریر میں چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں بھی لکھی گیئں ۔

ہندوستانی علماء کا دامن بھی اس سعادت اور خدمت سے خوب مالا مال ہے انھوں نے ان موضوعات پر بھی نہایت قابل قدر اور لائق تقلید کام کیا ہے ۔ منجملہ ان علمائے کرام کے ایک نہایت اہم اور بہت ممتاز نام امام ہمام، حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ واسعہ کا ہے ۔ حضرت شاہ صاحب نے عقائد کے موضوعات پر تین چار کتابیں تحریر فرمائیں ۔ منجملہ ان کے ایک تالیف حسن العقیدہ (یا العقیدۃ الحسنہ) بھی ہے جو ایک مختصر سی کتاب ہے اور عقائد پر لکھی گیئں بھاری بھر کم کتابوں کے سامنے اپنی قلیل ضخامت کی وجہ سے بظاہر ناقابل تذکرہ قرار پائے

گی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کی نہ صرف اس سلسلہ کی (اور حضرت شاہ صاحب کی) تالیفات میں خاص اہمیت ہے، بلکہ اسلامی ذخیرہ میں موجود عقائد کی بے شمار کتابوں کے سرمایہ میں اسکی اپنی ایک انفرادیت بھی ہے اور بعض اہل نظر کے بقول اس کو اپنی بعض خصوصیات میں عقائد کی معروف اہم ترین مئولفات پر فوقیت وامتیاز حاصل ہے، ڈاکٹر زبید احمد نے لکھا ہے۔

"یہ رسالہ (حسن العقیدہ) اس نوعیت کی دوسری تصانیف کی محض نقل نہیں ہے۔ بلکہ یہ آزادانہ طور پر لکھا گیا ہے اور یہ ایک طرح سے سنی عقائد کا خلاصہ ہے عقائد تو وہی ہیں جو فرق ہے وہ ان کی ترتیب و توضیح میں ہے۔ اور کسی قدر اصولی اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ کی یہ تصنیف زیادہ صاف اور واضح ہے اور اتنی فنی اور فلسفیانہ نہیں جتنی کہ عقائد النسفیہ اور عقائد عضدیہ ہیں اور یہ مختصر بھی ہے۔" (۱)

حسن العقیدہ کا سنہ تالیف معلوم نہیں مگر کہا جا سکتا ہے کہ یہ حضرت شاہ صاحب کے سفر حج (۸ ربیع الثانی ۱۱۴۳ھ تا ۱۴ رجب ۱۱۴۵ھ) کے قریبی دور کی تالیف ہے اسکے قرائن یہ ہیں کہ عربی میں حضرت شاہ صاحب کی جو تالیفات ہیں وہ یا سفر حرمین کے دوران لکھی گئی ہیں یا ان کا اسی زمانہ میں یا سفر حرمین سے واپسی کے فوراً بعد آغاز ہوا اور بعد مین کسی وقت مکمل ہوئیں۔ اسکی علاوہ جو بھی کتابیں مرتب ورقم فرمائی ہیں وہ سب فارسی میں ہیں۔

ایک اور قرینہ یہ ہے کہ "حسن العقیدہ" تفہیمات الٰہیہ جلد اول میں شامل ہے (۲) اور تفہیمات الٰہیہ کی ترتیب و تدوین سفر حرمین کے دوران ہوئی ہے (۲)۔

۱۔ عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، تالیف ڈاکٹر زبید احمد، ترجمہ شاہد حسین رزاقی ۱۲۴ (لاہور: ۱۹۷۳ء)

۲۔ التفہیمات الالٰہیة ۱۴۴۔۱۴۸ جلد اول (مجلس علمی: ڈابھیل ۱۳۵۵ھ۔ ۱۹۳۶ء)

ب والتفہیمات الالٰہیة مرتبہ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی ۱۹۶، ۲۰۲۔

جلد اول (حیدآباد سندھ: ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء)

۳۔ اس کا شاہ ولی اللہ کے بعض مکتوبات اور خود شاہ محمد عاشق کی بعض تحریرات سے علم ہوتا ہے۔

تفہیمات الٰہیہ جلد دوم کے ایک خطی نسخہ کا فوٹو (جو مرتب تفہیمات حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے) ہمارے ذخیرہ میں موجود ہے اس کے ترقیمۂ موئف و کاتب میں تاریخ تحریر جمادی الاولی ۱۱۴۶ (۱۷۳۳-۳۴ء) درج ہے (۴)۔ اور حسن العقیدہ تفہیمات الٰہیہ کی پہلی جلد میں شامل ہے جس سے معلوم ہورہا ہے کہ یہ رسالہ ۱۱۴۶ھ سے پہلے مرتب ہو چکا تھا اور اسے حضرت موئف نے قیام حرمین کے دوران تالیف فرمایا ہے۔

حسن العقیدہ کی نقلیں حضرت شاہ صاحب کی حیات (وفات ۱۱۷۶ھ) میں عام ہونی شروع ہو گئی تھیں اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے عہد میں تو یہ خاندان ولی اللہی کے اکابر کے یہاں نصاب میں داخل تھی۔ مگر اُس وقت تک اس کے کسی ترجمہ یا شرح کا راقم سطور کو علم نہیں اور اُس وقت تک اس کی طباعت بھی عمل میں نہیں آئی تھی۔

۴۔ یہاں یہ عرض کر دینا بے محل نہ ہوگا کہ تفہیمات الٰہیہ کے مطبوعہ نسخوں کی ترتیب مصنف کی ترتیب کے مطابق نہیں ہے۔ مثلاً قلمی نسخوں میں کئی جگہ گڑبڑ ہو گئی ہے اور مطبوعہ نسخوں میں بھی حصہ اول کے بعض حصے تفہیمات کے دوسرے حصے میں، اور دوسرے حصہ کی بعض چیزیں پہلی جلد میں شامل ہو گئی ہیں۔ نیز تفہیمات کے چند اجزاء جو مرتب (یعنی شاہ محمد عاشق پھلتی) نے حضرت شاہ صاحب کے آخر زمانۂ حیات (وفات ۱۱۷۶ھ) میں یا حضرت شاہ صاحب کی وفات کے بعد اضافے کئے ہیں وہ بھی کسی ناقل کی غلطی سے حصہ اول میں درج ہو گئے ہیں مثلاً تفہیمات الٰہیہ کی تینوں اشاعتوں:

الف احمدی دہلی، شائع کردہ سید احمد ولی اللہی، طبع دوم بلاسنہ

ب مرتبہ۔ مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری، مجلس علمی ڈابھیل: ۱۳۵۵ھ

ج مرتبہ۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی، شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ:

کی جلد اول میں جو تفہیم سب سے پہلے درج ہے وہ تفہیمات الٰہیہ کے حصہ دوم کی سب سے آخری تفہیم ہے اور اسی طرح اور بھی بعض تفہیمات ادھر ادھر ہو گئی ہیں۔ اس لیے تفہیمات کی موجودہ اشاعتوں میں درج تاریخوں سے اس کے سنہ تالیف کا صحیح طور پر اندازہ نہیں ہوتا۔ (نیز تفہیمات الٰہیہ کا پہلا چوتھائی حصہ دو مرتبہ اور بھی چھپا ہے سب سے پہلی مرتبہ آرہ سے، دوبارہ دہلی سے، مطبع احمدی کی مذکورہ اشاعت سے پہلے مگر یہ دونوں اشاعتیں راقم سطور کی نظر سے نہیں گذریں، اس لیے ان کے متعلق کچھ کہنا صحیح نہیں۔)

حسن العقیدہ غالباً پہلی بار (حضرت شاہ عبد العزیز کی وفات کے بعد) تقریباً ۱۲۴۰ھ (۲۶ - ۱۸۲۵ء) میں کلکتہ سے شائع ہوئی تھی اسکے بعد سے آجتک چھپ رہی ہے اور متعدد مدارس اسلامیہ کے نصاب میں داخل ہے، حسن العقیدہ کے فارسی، اردو میں متعدد ترجمے بھی ہوئے ہیں اور اسکی شروحات اور حواشی بھی لکھے گئے ہیں - ہر قسم کی چند چیزوں کا اجمالی تعارف پیش ہے:

فارسی میں ایک پرانا ترجمہ وہ ہے جو العقیدۃ الحسنہ کے حاشیہ پر چھپا ہے یہ طباعت مطبع محمدی کلکتہ کی ۱۲۷۴ھ کی ہے، مترجم کا نام درج نہیں - ہمارے ذخیرہ میں موجود ہے -

فارسی میں ایک اور ترجمہ مولانا عبدالقیوم (خلف مولانا شاہ عبدالحی بڑھانوی) کے ایک متوسل عبدالرحیم ضیاء حیدر آبادی نے کیا تھا - اسکے ساتھ رسالہ عقائد از شیخ فتح محمد برہان پوری بھی شامل ہے - یہ ترجمہ "عقائد جامعہ" کے نام سے نظامی کانپور سے ۱۲۹۱ھ میں چھپا تھا (۵) -

حسن العقیدہ کی فارسی میں ایک شرح بھی ہے جو احمد مرزا خاں مالک مطبع خادم الاسلام، دہلی کی فرمائش پر مولوی محمد الیاس پشاوری نے لکھی، یہ شرح حسن العقیدہ کے حاشیہ پر (اس نسخہ کے ٹائیٹل پر کتاب کا نام العقیدہ الحسنہ درج ہے) چھپی - اسکے ساتھ اردو کی ایک مختصر شرح اور اردو ترجمہ بھی شامل ہے اسکی طباعت رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ میں مکمل ہوئی - ایک نسخہ ہمارے ذخیرہ کتب میں موجود ہے - حسن العقیدہ کے اردو میں بھی کئی تراجم شائع ہو چکے ہیں -

ایک ترجمہ مولوی محمد الیاس پشاوری کا ہے جس کا تعارف ابھی گزرا - یہ فارسی اور اردو کی شروحات کے ساتھ ساتھ ۱۳۰۸ھ میں چھپا ہے -

ایک اور ترجمہ وہ ہے جو آئندہ صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے، یہ ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین کے بیٹے کے نواسے مولوی سید احمد ولی اللّٰہی نے مرتب کرا

۵- اس کا ایک نسخہ گنج بخش لائبریری اسلام آباد میں موجود ہے - فہرست کتابہائے فارسی چاپ سنگی، و کمیاب کتب، خانہ گنج بخش، مرتبہ سید عارف نوشاہی ۵۹ - ۵۸ جلد اول، (اسلام آباد: ۱۴۰۶ھ)

کر اپنے مطبع احمدی، متعلقہ مدرسہ عزیزی، دہلی سے شائع کیا تھا۔ اس پر سنہ طباعت اور ترجمہ کا نام درج نہیں، اس کا بھی ایک نسخہ ہمارے ذخیرہ میں ہے۔

حسن العقیدہ کا ایک اور ترجمہ سید سعادت علی خاں نے کیا تھا جو انسٹی ٹیوٹ پریس علی گڑھ سے چھپا۔ اس پر سنہ طباعت درج نہیں۔ یہ نسخہ راقم سطور کی نظر سے نہیں گذرا (۶)۔

اردو میں ایک اور ترجمہ پروفیسر محمد سرور کا ہے جو اول اول شوال ۱۳۸۲ھ میں ماہنامہ الرحیم، حیدر آباد سندھ میں چھپا۔ تلاش کیا جائے تو امید ہے کہ کم سے کم تین یا چار ترجمے اور بھی ملیں گے مگر جو ترجمے راقم سطور کی نظر سے گزرے ہیں ان میں سید احمد ولی اللہی کا شائع کیا ہوا ترجمہ مصنف کے نظریات و کلمات کا سب سے عمدہ ترجمان معلوم ہوتا ہے اسی لئے اسکو یہاں شائع کیا جارہا ہے۔

حسن العقیدہ یا العقیدہ الحسنہ کی ایک اردو شرح بریلوی مکتب فکر کے عالم مولانا مفتی خلیل احمد برکاتی (حیدر آباد، سندھ، پاکستان) نے بھی لکھی ہے جو عقائد الاسلام شاہ ولی اللہ کے نام سے چھپی ہے اور تقریباً سوا دو سو صفحات پر مشتمل ہے، اس کتاب کا ایک ایڈیشن مکتبہ جام نور دہلی سے شائع ہوا ہے۔ اس پر سنہ اشاعت درج نہیں۔

حسن العقیدہ کی ایک عربی شرح مولانا محمد اویس ندوی نگرامی کی ہے، مولانا ندوی نے حسن العقیدہ کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک فقرہ کو علمائے متقدمین کی تحقیقات سے مزین کر کے اسکی افادیت کا دائرہ بہت وسیع کر دیا ہے اور اس شرح کو العقیدہ السنیہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ العقیدہ السنیہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور اسکی شاخوں کے تعلیمی نصاب میں شامل ہے۔

مگر ان ترجموں اور شروحات کے باوجود حسن العقیدہ کے ایک اور نئے ترجمہ اور اچھی اردو شرح کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے۔

۶۔ ملاحظہ ہو۔ ترجمہ ہائے متون فارسی بزبانہائے پاکستان مرتبہ جناب اختر راہی ۳۲، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان (اسلام آباد: ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ احقر سید احمد ولی اللہی عفی عنہ نبیرہ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ گزارش کرتا ہے جبکہ حسن العقیدہ عربی جد امجدی حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی نظر سے گزرا تو دل نے یہ چاہا کہ اسکا اردو ترجمہ ہو جاوے وہ خوشخط چھپایا جاوے اور عربی بھی تبرکاً حاشیہ پر رہے تاکہ تمام اہل اسلام خصوصاً معتقدین و متوسلین اس خاندان کے آپ بھی اپنے عقاید درست کریں اور اپنے بچوں کو پڑھاویں کیونکہ یہ ایک ایسی ضروری اور جامع کتاب ہے کہ جسمیں عقائد کے متعلق کل ضروری باتیں جمع ہیں جنکا جاننا اور معلوم کرنا بتانا سکھنا ضروری بلکہ فرض ہے جسکے بغیر چارہ نہیں اور یہی عقائد بزرگان سلف کے ہیں۔ جملہ حقوق اسکے محفوظ ہیں کوئی صاحب بغیر اجازت تحریری قصد طبع نہ فرماویں جسقدر نسخے مطلوب ہوں مطبع احمدی سے طلب فرماویں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جو سارے جہان کا مالک ہے اور رحمت و سلام ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو خاتم النبیین ہیں اور آپکے آل و اصحاب پر نازل ہوا۔ بالعد فقیر شیخ احمد (جو اللہ بزرگ کی رحمت کا محتاج ہے) اور مشہور نام اسکا ولی اللہ بیٹا شیخ عبدالرحیم دہلوی کا کہتا ہے (اللہ تعالی ان دونوں کے ساتھ بھلائی کرے) کہ میں اپنے عقائد مفصلۂ ذیل پر خداوند تعالی اور اوسکے فرشتوں اور سب انسان و جنات کو گواہ رکھتا ہوں میں تہ دل سے اسبات کا معتقد ہوں کہ عالم کا ایک بنانیوالا ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا جسکا پایا جانا ضرور ہے اور اوسکا فنا و معدوم ہونا محال ہے وہ ذات خداوند بڑی عالی اور سب کمال کی صفتوں اوسکے ساتھ موصوف ہے اور نقصان اور

۲

زوال کی جتنی علامتین ہین اون سب سے وہ پاک ہی۔ ساری مخلوقات کا
پیدا کرنیوالا وہی خداوند عالم ہی۔ سب چھوٹی اور بڑی باتین اوسکو
معلوم ہین۔ اور تمام ممکنات مخلوقات پر اوسکو پوری قدرت حاصل ہے
اور سب چیزین اوسنے اپنے ارادہ سے پیدا کی ہین۔ زندہ ہی۔ سُننے والا
ہے۔ دیکھنے والا ہی۔ کوئی چیز اوسکے مشابہ نہین اور کوئی چیز اوسکے
مقابل نہین۔ اور کوئی چیز اوسکے شریک نہین۔ اور کوئی چیز اوسکے
مثل نہین اور سوا پروردگار عالم کے کوئی واجب الوجود نہین ہے
اور واجب الوجود وہ ہی جسکا پایا جانا ضرور ہو اور معدوم ہونا اوسکا محال ہو
اور سوا اوس ذات باری کے کوئی دوسرا مستحق عبادت نہین ہی اور عالم کے
پیدا کرنے اور تدبیر اور انتظام مین کوئی اوسکا شریک نہین ہی پس انتہائے
تعظیم یعنی پوجے جانیکے وہی پروردگار لائق ہی۔ مریضون کو چنگا کرنا۔
بندون کو روزی دینا۔ مصیبتون کو ٹالنا۔ اوسی خداوند عالم کا کام ہی
اسطرح کہ جب کوئی اوس سے کوئی بات کرنی ہوتی ہی تو کہتا ہی کہ ایسا ہو پس وہ بات
اسیطرح ہو جاتی ہی نہ اسطرح کہ اوسکا کوئی سبب ظاہری ہو جسطرح لوگ کہا کرتے
ہین فلان بیمار نے فلان حکیم سے شفا پائی اور سردار نے اپنی فوجکو کھانا دیا تو یہان پر حکیم و

سہروار صحت و روزی کے سبب ہو جاتے ہین۔ یہ اور بات ہے اور وہ اور
بات ہے اگرچہ بظاہر دونون کے لفظ ایک ہوتے ہین اور اللہ کا کوئی شبیہ
نہین ہے اور وہ کسی چیز مین حلول نہین کرتا ہے اور اپنے غیر کے ساتھ ملکر ایک
نہین ہو جاتا اور ذات باری کے ساتھ کوئی ایسی چیز جو نیست تھی بعد اس کے
ہست ہوئی قائم نہین ہے تو ثابت ہوا صفات مین اوسکے کوئی حدوث نہین ہے
یعنی ایسی کوئی چیز نہین ہے جو پہلے نہو اور بعد کو پیدا ہوئی ہو۔ ہان ان
صفات کا جب اپنے متعلقات کے ساتھ تعلق ہوتا ہے تو اوسمین حدوث البتہ
ہے تاکہ افعال ظاہر ہون اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ در اصل یہ تعلق بھی حادث نہین ہے
لیکن متعلق اوسکا یعنی ماسوی اللہ بیشک حادث ہے اور چونکہ متعلقات یعنی
عالم کی چیزین متفاوت و مختلف ہین اسلئے اوس تعلق کے احکام بھی مختلف
ہوتے ہین ورنہ ذات و صفات خداوندی مین کچھ بھی حدوث نہین ہے۔ اور
اللہ تعالیٰ نہ جوہر ہے (جوہر وہ ہے جو خود قائم ہو جیسے انسان و حیوان وغیرہ) نہ
عرض ہے (عرض وہ ہے جو دوسرے سے ملکر قائم ہو جیسے رنگ و بو و مزہ وغیرہ) یعنی
وہ جوہر و عرض ہونے سے پاک ہے اور جسم بھی نہین ہے جو کسی جگہ کو گھیرے اور کسی جہت سے
بھی پاک ہے یعنی یہ نہین کہہ سکتے کہ فلان طرف ہے یہان اور وہان کا اشارہ بھی نہین کر سکتے

اور اللہ تعالی ازروی ذات وصفات کے نہ حرکت کرتا ہی نہ ایک جگہ سی دوسری جگہ
منتقل ہوتا ہی۔ نہ بدلتا ہی نہ اوسپر جہل وکذب جائز ہی یعنی نادانی وجھوٹ
اوسکے لئے محال ہے اور اللہ تعالی عرش کے اوپر ہی جسطرح خود اوسنے اپنی
صفت کی ہی لیکن اوسکے یہ معنی نہین ہین کہ عرش پر اوسکی جگہ ہو اور عرش
کیطرف اوسکے لئے اشارہ ہو بلکہ اس استوا یعنی عرش پر ہونیکی حقیقت کو سوائے
اوس کے کوئی نہین جانتا یا وہ علماء جانتے ہین جنکو اللہ نے علم لدنی بخشا ہی
اور جو دیدار الٰہی مومنین کو قیامت کے دن حاصل ہوگا اوس کے دو طور ہین
ایک یہ ہی کہ مومنین کو پروردگار عالم کیطرف سے ایسا انکشاف تام کیا جاوے
کہ جو عقلی تصدیق سے مرتبہ مین کہین زیادہ ہو تو ایسا انکشاف
گویا آنکھ سے دیکھنا ہی ہے مگر اس انکشاف مین جہت
ومقابلہ کی ضرورت نہین ہے جیسا کہ عموماً دیکھنے
مین ہوتا ہے کہ جو شئے دیکھی جاتی ہے وہ ضرور کسی
جہت مین ہوتی ہے اور دیکھنے والے کی آنکھ اوس کے
مقابل مین ہوتی ہے اور معتزلہ اور شیعہ وغیرہ اسی قسم کی
رؤیت کے قائل ہین اور یہ قول اون کا فی نفسہ حق ہے

۵

لیکن خطا اونکی یہ ہے کہ وہ رویت الٰہی کے لئے بھی جہت وغیرہ کو ضروری
سمجھتے ہین۔ اور اسی سبب سے دیدار الٰہی کے منکر ہوئے ہین اور کہتے
ہین کہ جب وہان جہت نہین ہے تو رویت کیونکر ہوگی اور دوسری خطا
اونکی یہ ہے کہ اونہون نے دیدار الٰہی کا اثبات صرف بذریعہ انکشاف سمجھا
ہے اور رویت اون کے نزدیک اسی پر منحصر ہے اور دوسرا طور دیدار الٰہی کا
یہ ہے کہ پروردگار عالم دیکھنے والون کے لئے بہت سی صورتون مین ظاہر
ہو جیسا کہ حدیثون مین آیا ہے پس مومنین اوسکو کسی شکل و رنگ و مقابلہ مین
دیکھین۔ جیسا کہ خواب مین اکثر مشاہدہ ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اوسکی اسطرح خبر دی ہے کہ دیکھا مین نے اپنے پروردگار کو اچھی صورت مین
پس جسطرح دنیا مین ایسا مشاہدہ بذریعہ خواب کے ہوتا ہے قیامت مین بحالت
بیداری آنکھون سے ہوگا اور یہ دو طور دیدار الٰہی کے جو مین نے بیان کئے ہین
انہین کا معتقد ہون اور رویت الٰہی کے یہی معنی سمجھتا ہون اور اگر اللہ اور
رسول نے رویت اور دیدار سے سوا ان معنی کے کوئی اور معنی ارادہ کیا ہے تو
مین اسی معنی پر ایمان لاتا ہون اگرچہ بعینہ مین اونکو نجانون جو اللہ چاہے ہو
اور جو وہ نچاہے نہو پس کفر اور دوسرے گناہ ہون سا تہ اوسکا خلق و ارادہ تو

متعلق ہی مگر اوسکی رضامندی متعلق نہیں ہے، اور پروردگار ایسا غنی ہی جو
ذات و صفات مین اپنے کسی شے کا محتاج نہین ہے اور اوس پر کوئی حاکم نہین
ہے اور عالم مین کوئی ایسا نہین ہے جو پروردگار پر کوئی بات واجب کرے
ہان پروردگار جب کسی بات کا وعدہ کرتا ہی تو ضرور اوسکو پورا کرتا ہی
جیسا کہ قرآن و حدیث مین آیا ہی پس وہ خداوند تعالی پر ضامن ہے
اور خداوند عالم کے سارے کام مصلحت و حکمت سے بھرے ہین کلی طور پر
جیسا کہ وہ جانتا ہی مگر اوس پر لطف جزئی خاص یا اصلح خاص واجب نہین ہے
(جیسا کہ شیعہ کہتے ہین) اللہ کیطرف سے کوئی برائی نہین ہے اور اللہ تعالی
اپنے کامون یا اپنی حکمون مین ظالم اور نا انصاف نہین ہے اور ظلم کی نسبت
اوسکی طرف نہین ہو سکتی اور جو کچھ پروردگار نے پیدا کیا ہی یا حکم کیا ہی انہین
حکمت کی رعایت کی ہی یہ نہین ہی کہ پروردگار اپنی ذات یا صفات کی
کسی شے سے تکمیل کرتا ہو یا اوسکو کسی شے کی حاجت و غرض ہو کیونکہ یہ کمزوری
اور برائی ہی اور اللہ تعالی اس سے پاک ہی اور اوسکے سوا کوئی دوسرا حاکم نہین ہے
عقل کو چیزونکی بھلائی یا برائی مین کوئی دخل نہین (جیسا کہ شیعہ کہتے ہین لیکن
اور کسی فعل کا سبب واسطے عذاب و ثواب کے ہونا عقل مخلوق سے باہر ہے

وغیرہ نیکی بھلائی اور برائی تو صرف حکم الٰہی پر منحصر ہے اور لوگونکو انکی تکلیف دینے یعنی بندون پر امور شرعیہ کی تکلیف دینے والا وہی پروردگار عالم ہے وہ اپنے ہی بعض شرعی باتین ایسی بھی ہین جنکی مصلحت و حکمت کو عقل سمجھ جاتی ہے اور اُن مین سے کسی کو قابل ثواب اور کسی کو قابل عذاب ٹھہراتی ہے اور بہت سی باتین ایسی بھی ہین جو بغیر بتلائے رسولون کے جو اللہ کی طرف سے ہدایت خلق کیلئے بھیجے گئے ہین نہین معلوم ہو سکتین اور خداوند تعالیٰ کی جتنی صفات کاملہ ہین اونمین سے ہر صفت باعتبار اپنی حقیقت و ذات کے ایک ہے اور باعتبار تعلقات کے بے انتہا ہے اور حدوث و تجدد اُس صفت ہی مین نہین ہے بلکہ جسکے ساتھ وہ متعلق ہوئی ہے یعنی ممکنات حادثات مین جیسے انسان حیوان جنات۔ فرشتے وغیرہ۔ اور پروردگار کی مخلوقات مین فرشتے ہین بلندی کے رہنے والے اللہ سے نزدیک اور کچھ فرشتے لوگونکی اعمال لکھنے پر مقرر ہین اور اللہ کے دوسرے بندون کی حفاظت اکثر خطرات مہلکات سے اور لوگون کے دلون مین اچھے خیالات پیدا کرنا اونکی خدمت ہے ہر فرشتے کا ایک ٹھکانا ہے وہ اللہ کے احکام کی نافرمانی کبھی نہین کرتے جو کچھ اون کو حکم ہے بیچون و چرا بجا لاتے ہین اور اللہ ہی کی مخلوقات سے شیاطین

شیاطین بھی ہین۔ لوگون کو بُرے تخیلات و وسوسے پیدا کراتے
ہین اور قرآن مجید اللہ تعالی کا کلام ہی وحی کی ہی پروردگار عالم نے
اوسکی ہمارے سردار پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اور اللہ جب کسی بشر سے
کلام کرتا ہی تو تین طرح سے۔ یا وحی بھیجکر یا از پس پردہ یا فرشتے کو بھیجکر
جو کچھ چاہی کہلائے۔ پس یہی وحی ہی۔ اور اللہ پاک کے نامون اور
صفتون مین نافرمانی جائز نہین ہی یعنی جو نام او صفات کہ شریعت
سے معلوم ہوئے ہین اون مین تبدّل و تغیر جائز نہین ہے
یعنی اسماء الٰہی توفیقی ہین صرف شریعت کے تبلانے پر منحصر
ہین اور قیامت کے دن جسم کے ساتھ زندہ ہونا حق ہے۔
بدن لوگون کے جمع ہون گے اور رُوحین اون مین لوٹائی
جاوین گی اور یہ بدن وہی بدن ہون گے جو پہلے دُنیا مین
تھے عام اس سے کہ اوسی قدر لانبے ہون یا کچھ چھوٹے ہو جاوین
جیسا کہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ کافر کے دانت اُحد پہاڑ کے
ایسے ہونگے۔ یا پہلے سی زیادہ لطیف ہو جاوین جسطرح جنت والون کی
صفت مین آیا ہی کہ اون کے اجسام نہایت پاکیزہ و خوبصورت ہون گے

اوسکی مثال ایسی ہی جسطرح لڑکا جوان ہوجاتا ہی یا بوڑھا ہوجاتا ہے
حالانکہ وہی بدن ہے جو پہلے تھا اگرچہ اجزا اوس کے ہزار بار بدلین
اور لوگون کو جزا و سزا ملنا اور خداوند تعالیٰ کے حضور مین حساب دینا
اور پل صراط اور ترازو جسپر اعمال تُلین گے اور جنت و دوزخ حق ہین
اور یہہ دونون چیزین پیدا ہو چکی ہین (اور فرقہ معتزلہ کے نزدیک
قیامت مین پیدا ہون گی) اور اسکے لئے کوئی جگہ خاص ہم نہین
بتلا سکتے جہان اللہ تعالیٰ چاہے گا وہین ہون گے کیونکہ ہمکو اللہ تعالیٰ
کی مخلوقات کا ٹھکانا کیا معلوم ہے اور مسلمان جو کبیرہ گناہ
کرکے بے توبہ مر گیا ہے وہ دوزخ مین ہمیشہ نہین رہے گا
اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اگر تم اون بڑے
گناہون سے جن سے اللہ نے تمہین منع کیا ہے باز رہو تو ہم تمہارے
بقیہ گناہون کو دور کردین گے یعنی نماز اور دوسرے کفارات کی توبہ
کی برکت سے" اور یہہ امر جائز ہے کہ خداوند تعالیٰ کبیرہ گناہون کو
معاف فرما وے علاوہ اسکے کہ خدا تعالیٰ کے کام دنیا و آخرت مین
دو طرح پر ہین - ایک تو موافق دستور و عادت اپنی - اور ایک خلاف دستور

تو جو شخص کبیرہ گناہ کرکے بلا توبہ مرگیا ہو اوس کے گناہوں کو معاف
فرمانا اور اوسپر عذاب نکرنا یہ پروردگار کے اون کاموں مین سے ہے جو
خلاف دستور کے ہوتے ہین اور اسیطرح پروردگار کا حق العباد کو معاف فرمانا
بھی خلافِ دستور و عادتِ الٰہی جائز ہے اور جو آیاتِ قرآنی و احادیثِ صحیحہ کہ
اس مادہ مین بظاہر متعارض اور ایکدوسرے کے نقیض معلوم ہوتے ہین
اون مین اسیطرح سے مطابقت و موافقت ہوتی ہے اور درگاہ
خداوندی مین شفاعت کرنی حق ہے اوس کے لیے جسکو وہ ارحم الراحمین
حکم دے اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش اپنی امت
کے اون گناہگاروں کیلئے جن سے بڑے بڑے گناہ صادر ہوئے
ہین حق ہے اور جب آپ شفاعت فرماوین گے آپکی شفاعت مقبول
ہوگی اور قرآن مجید مین جہان انکار شفاعت کیا گیا ہے اسطرح پر کہ کوئی
کسی کی شفاعت اوس دن نہین کرسکتا تو مراد اوس انکار شفاعت سے
وہی شفاعت ہے جو بلا حکم پروردگار و بلا مرضی اوس کے ہو۔ اور قبر
مین گناہگاروں و بدکاروں پر عذاب ہونا اور نیکوکار پر رحمتِ الٰہی
ہونا حق ہے اور منکر نکیر کا قبر مین آکر سوال و جواب کرنا مُردوں سے

زندہ کرکے حق ہے اور خداوند تعالی کا خلق اللہ کی ہدایت کے واسطے پیغمبرون کو
بھیجنا حق ہے اور اسیطرح لوگون کو شریعت کی باتون کی تکلیف دینا یعنی
بعض باتون کا حکم دینا اور بعض باتون سے منع کرنا پیغمبرون کی زبان سے
حق ہے۔ اور پیغمبرون مین چند باتین ایسی ہوتی ہین جن سے اون کو
اور لوگون سے تمیز ہو جاتی ہے۔ اور یہی باتین اون کے ثبوت کی دلیلین
ہین ازانجملہ اکثر خوارق عادات یعنی معجزون کا اون سے ظاہر ہونا
ہے اور پیدایش سے اون کا سلیم ہونا اور اخلاق مین کامل ہونا
اسکے علاوہ اور بھی بہت سی باتین ہین اور کل پیغمبر کفر و شرک
اور قصداً گناہ کبیرہ کرنے یا اوسپر اصرار کرنے سے محفوظ ہین اور اللہ
نے ان باتون سے اون کو بچالیا ہے اور اون کے بچانے کے
تین طریقے ہین ایک تو یہ ہے کہ وہ پیدایش ہی سے نہایت
سلیم و کامل الخلق ہون اسلئے بالطبع وہ گناہون سے نفرت کرین
اور کبھی کسی گناہ کی اون کو رغبت نہ ہو۔ دوسرے یہ ہے کہ اون کو
خداوند تعالی کی طرف سے خبر بھیجی جاتی ہے کہ گناہون پر سزا
ہوگی اور نیکیون کی جزا ملیگی اور یہ وجہ اون کے گناہون سے

بچنے کی ہو۔ اور تیسری صورت یہہ ہے کہ اگر اون سے گناہ
کرنے کا قصد ظاہر بھی ہو تو خود پروردگار اون کے اور اون کے
گناہوں کے درمیان حایل ہو جاوے۔ یعنی غیب سے ایک
روکنے والی بات پیدا ہو جاوے جس طرح یوسف علیہ السلام
سے جب گناہ کا قصد ہوا تھا تو اوس وقت اون کے والد حضرت
یعقوب علیہ السلام کی صورت اونکو نظر آئی کہ آپ اونگلی دانتوں سے
دبائے ہین اور اس حرکت سے منع کرتے ہین اور ہمارے سردار
محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبوت کو ختم فرمانے والے ہین آپ کے بعد
کوئی نبی نہین ہو سکتا اور آپ کی دعوتِ اسلام مین انسان و
جنات دونون شامل ہین یعنی آپ دونون جماعتون کے نبی ہین
اس سبب سے اور بھی دوسرے سببون سے آپ سب سے افضل
ہین اور اولیاء اللہ وہ مومنین ہین جن کو معرفت الٰہی حاصل ہو
اور ایمان مین اپنے بڑے مضبوط و مخلص ہون ان سے جو جو
باتین خلافِ عادت سرزد ہون اون کا نام کرامات ہے اور
وقوع کرامات اولیاء اللہ سے حق ہے اللہ جسکو چاہتا ہے

اس وجہ ولایت سے سرفراز فرماتا ہے اور اپنی رحمتِ خاص کرتا ہے
اور ہم گواہی دیتے ہین جنت اور بھلائی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے دس یارون کے لیئے جن مین چار خلفاء راشدین اور حضرت
طلحہ وزبیر وسعد بن ابی وقاص وسعید بن زید وابو عبیدہ بن
الجراح و عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین ہین اور
اسی طرح حضرت فاطمہ زہرا خاتونِ جنت وحضرت خدیجہ و
حضرت عائشہ اور حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم
اجمعین جنتی ہین۔ ہم ان بزرگون کی بزرگی کا اقرار کرتے
ہین اور اسلام مین انکے علو مرتبہ کو تسلیم کرتے ہین اور ایسا
ہی اقرار کرتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ
کرام مین سب سے افضل بدر والے اور بیعۃ الرضوان والے
ہین اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سچے امام و خلیفہ
ہین بعد وفات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
بعد ان کے حضرت عمر فاروق ہین۔ ان کے بعد حضرت عثمان
ذی النورین ہین بعد ان کے حضرت علی ہین رضی اللہ عنہم اجمعین

ان چارون بزرگون تک خلافت راشدہ ختم ہوگئی اور ان کے
بعد جو خلفا ہوئے وہ در اصل بادشاہ تھے اور حضرت ابو بکر
صدیق رض بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس اُمت مین
سب سے افضل ہین بعد ان کے حضرت عمر فاروق رض اور اس افضل ہونے
سے یہ مطلب نہین ہے کہ وہ اور لوگون سے سب طرح افضل ہین
یہانتک کہ نسب و شجاعت و قوت و علم مین بھی۔ کیونکہ ان امرون
مین حضرت امیر بہتیرون سے افضل ہین بلکہ اوسکا مطلب یہ ہے
کہ ان دو بزرگون سے اسلام کو نفع عظیم پہنچا پس اس اُمت کی سردار آنحضرت
صلعم ہین اور دو وزیر آپکے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہین اس معنے سے
کہ حق کے پھیلانے مین یہ حضرات ایسے ہی عالی ہمت تھے اسواسطے کہ
آنحضرت صلعم کیلئے دو وجہین تھین ایک وجہ اللہ تعالیٰ سے اخذ کرنیکی
اور دوسری وجہ خلق اللہ کو دینے کی۔ پہلی وجہ مین تو کسی کی شرکت
ممکن نہتھی مگر دوسری وجہ خلق اللہ کو ہدایت کرنیمین شیخین یعنی ابو بکر و
عمر رضی اللہ عنہما کو بہت بڑا حصہ ملا تھا لوگون کو ہر جگہ سے جمع کرنا
اور جہاد کی عمدہ عمدہ تدبیرین نکالنا اور کسریٰ و قیصر کو مغلوب کرکے

15

اسلام کے جھنڈے کو بلند کرنا انہین کا کام تھا اور صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم اجمعین کو ہم سوا بھلائی کے اور کسی طرح یاد نہین
کرسکتے اور وہ لوگ ہمارے پیشوا و سردار دینِ اسلام مین
ہین اون کو گالیان دینی حرام ہین ۔ اور اون کی تعظیم ہمپر
واجب ہے اور اہلِ قبلہ کو ہم کافر نہین کہہ سکتے تا وقتیکہ
اون سے شرک اور عبادت غیر اللہ نہ صادر ہو ۔ یا قیامت
اور نبی اور دوسری دینِ اسلام کی ضروری باتون کے
منکر ہو جاوین ۔ اور لوگون کو نیک باتون کا حکم کرنا اور
بُری باتون سے روکنا ضرور ہے ۔ مگر اس شرط سے کہ
اوس سے کوئی فتنہ نہ پھیلے ۔ یا اون کی بات لوگ مانین
پس یہی عقائد ہمارے ہین اللہ کی طرف سے باعتبار
ظاہر و باطن کے ۔ اور اللہ ہی کی سب خوبیان و تعریفین
اول و آخر و ظاہر و باطن ہین ۔۔

تمت بالخیر

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ

الحمد للہ والمنۃ

کہ یہ رسالہ جس میں عقائد کے متعلق کل ایسے ضروری باتیں جمع ہیں جن کا جاننا۔ معلوم کرنا۔ بتانا۔ سکھانا اہل اسلام اور ان کے بچوں کے لیے نہایت ضروری بلکہ فرض ہے جسکے بغیر چارہ نہیں چھپ گیا

اچھا عقیدہ

ترجمہ اردو بامحاورہ

حسن العقیدہ

مصنفہ جامع علوم عقلیہ و نقلیہ حکیم امت مصطفویہ حضرت ولی نعمت جد امجد مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کیکو المترجم العبد الصمد احقر ظہیر الدین سید احمد ولی اللّٰہی عفی عنہ نے محض اپنی نجات اخروی کے خیال سے چھپوایا

ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جہنم

سہ ماہی "احوال و آثار" کاندھلہ
اپریل، مئی، جون ۱۹۹۵ء
شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری

برصغیر ہند میں قافلہ محدثین کے آخری قافلہ سالار، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری (ولادت ۲۷ شوال سنہ ۱۲۹۲ھ / ۱۶/اکتوبر ۱۸۷۵ء وفات ۱۲ صفر سنہ ۱۳۵۲ھ، ۲۹ مئی سنہ ۱۹۳۳ء) کی عربی کی اعلی درجہ کی دو نعتیں یہاں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے، اگرچہ حضرت علامہ کے عربی اشعار کا سرمایہ گیارہ سو اشعار سے متجاوز ہے، مگر یہ نعتیں اپنی بعض خصوصیات میں ممتاز و منفرد ہیں (۱)، یہ نعتیں ماہ نامہ القاسم، دیوبند شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۹ھ، (اکتوبر، نومبر، دسمبر، سنہ ۱۹۱۱ء) کی اشاعتوں میں چھپی تھیں شوال ذی قعدہ میں طویل نعت جس کا مطلع یہ ہے۔

برق تالق موھنا بالوادی   فاعتاد قلبی طائف الانجاد

دوسری نعت ذی الحجہ کے شمارہ میں، یہ نعت شیخ سعدی کے دل نواز شعر:

شفیع، مطاع، بنی کریم   تسیم، جسیم، نسیم، وسیم

کے تتبع میں اسی ردیف و قافیہ میں ہے۔ یہاں اس کو پہلے درج کیا گیا ہے۔ اس نعت مبارک سے پہلے حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی (مہتمم دارالعلوم دیوبند، ومدیر القاسم) نے جو تعارفی سطور لکھی تھیں وہ یہ ہیں۔

جناب مولانا مولوی سید محمد انورشاہ صاحب مدرس مدرسہ عالیہ اسلامیہ دیوبند نے رسول کریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم کے اسماء مبارک کتب سیر مثل مواہب لدنیہ وغیرہ سے منتخب کر کے اس قصیدہ نعتیہ میں جمع فرمائے ہیں اور اسماء منقولہ پر نمبر شمار ڈالدئے ہیں۔ باقی نعتیہ اوصاف جو مصنف قصیدہ نے خود لکھے ہیں اُن پر نمبر نہیں ہیں جن اسماء کے نیچے (م) لکھا ہے وہ خاص مواہب سے نقل کیے ہیں۔ باقی مواہب وغیرہ سے مشترکا منقول ہیں۔ سب سے پہلا شعر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا ہے۔ اور باقی تمام اشعار مصنف قصیدہ نے تحریر فرمائے ہیں۔ محبان ذات اقدس حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و مشتاقان اوصاف و اسماء مبارک حضور سرور عالم و فخر بنی آدم سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ بہت سہل اور عمدہ طریقہ ہے کہ ان اشعار کو حرز جان بنائیں۔

القاسم   ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۹ھ

نعت النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

باسماءہ الشریفۃ المذکورۃ فی المواہب وغیرہا

شفیعٌ مطاعٌ نبیٌ کریم	قسیمٌ جسیمٌ بسیمٌ وسیم
شفیعُ الانامِ مطاعُ المقام	کریمُ الکرامِ نبیُّ الانیم
اسیلٌ رسیلٌ کحیلٌ جمیل	صبیحٌ ملیحٌ مطیبُ الشمیم
مفاضُ الجبینِ کبدرٍ مبین	بثغرٍ بسیمٍ کدرٍّ یتیم
شفاءُ العلیلِ رواءُ الغلیل	ببشرِ المحیا و نشرِ لخیم
رسولٌ وصولٌ ولیٌّ حفیٌّ	امینٌ مکینٌ عزیزٌ عظیم
صدوقٌ فروقٌ فصیحٌ نصیحٌ	عروفٌ عطوفٌ رؤوفٌ رحیم
شفیقٌ رفیقٌ خلیقٌ طلیقٌ	صفوحٌ نصوحٌ عفوٌّ حلیم

۱۔ ان نعتوں کا حضرت علامہ کے عربی اشعار کے تعارف میں خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔ مولانا انظر شاہ کشمیری (خلف حضرت علامہ) اور ڈاکٹر زبیر احمد فاروقی نے بھی ان نعتوں کا تعارف کرایا ہے اور دونوں کے چند اشعار بھی نقل کئے ہیں ملاحظہ ہو:

نقش دوام ۔ مولانا انظر شاہ ص ۲۵۱، ۲۵۲ (طبع اول: دیوبند)

مساھمۃ دار العلوم دیوبند فی الادب العربی ۱۰۱، ۱۰۲۔ دھلی ۱۴۱۰ھ)

مجیبٌ منیبٌ نقیبٌ نجیبٌ — حسیبٌ نسیبٌ و نورٌ قدیم

بشیرٌ نذیرٌ سراجٌ منیرٌ — خبیرٌ بصیرٌ دلیلٌ علیم

دلیلٌ وہادٍ سبیل الرشاد — وخیر العباد ثمال العدیم

تقیٌ نقیٌ صفیٌ وفیٌ — وجیہٌ نبیہٌ مبینٌ حکیم

ہدیٰ مقتدیٰ مصطفی الاصفیاء — صبورٌ شکورٌ مقفٍ مقیم

ومزملٌ ثم مدثرٌ — سعیدٌ رشیدٌ خلیلٌ کلیم

عفیفٌ حنیفٌ حبیبٌ خطیبٌ — ہو القدوۃ الاسوۃ المستقیم

نبی النبیین والمرسلین — وطٰہٰ و یاسین فیضٌ عمیم

نبی الوریٰ سید الانبیاء — نجی الالٰہ جلیلٌ فخیم

امام الہدیٰ رحمۃ العالمین — غیاث الوریٰ مستغاث الہضیم

احیدٌ وحیدٌ مجیدٌ حمیدٌ — وخیر البرایا بفضلٍ جسیم

واسریٰ بہ ربہ فی السماء — کنورٍ تجلی بلیلٍ بہیم

واتاہ ما شاءہ من علاء — واوحیٰ الیہ بوحیٍ رقیم

فاکرم بشانٍ سنیٍ بہیٍ — وعزٍ عزیزٍ وجاہٍ قویم

فیا رب صل وسلم علیہ — متی فاح طیبٌ ووافی نسیم

وان عافنی واعفنی من اثام — الٰہی بجاہ النبی الکریم

قصیدۂ نعتیہ

(اپنی اسلامی اور اصلی زبان عربی سے بہت کم مسلمان واقف ہیں اسلئے القاسم میں عربی اشعار کا بہت کم اور نہایت ہی منتخب حصہ رکھا جاتا ہے۔ اس مرتبہ حضرت مولانا **انور شاہ** صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ دیوبند کا نعتیہ قصیدہ اہل محبت و شوق کو وجد میں لانے اور قدردانان ادب و عربیہ کو عرب العربا کے یاد دلانے کے لئے شائع کیا جاتا ہے اور عام ناظرین کی رعایت سے ترجمہ بھی لکھا جاتا ہے)

بَرْقٌ تَأَلَّقَ مَوْهِنًا بِالْوَادِي ۔۔۔ فَاعْتَادَ قَلْبِي طَائِفُ الْإِنْجَادِ

آدھی رات کو جنگل میں ایک بجلی چمکی ۔۔۔ تو میرے دل پر جنگل کو نکل جانے کے خیالات بار بار آنے لگے

أَسَفًا عَلَى عَهْدِ الْحِمَى وَعِهَادِهِ ۔۔۔ تُوْلِي عَلَى الْإِبْرَاقِ وَالْإِرْعَادِ

سبزہ زار اور اسکی بہار کی بارش کے زمانہ کو یاد کرکے ۔۔۔ جو خوب کڑک کر اور گرج کر برستی تھی

رِهَمٌ تَنَاوَحُ تَارَةً دِيَمٌ لَهَا ۔۔۔ حَتَّى غَدَا الْأَيَّامُ كَالْأَعْيَادِ

وہ متواتر ترشح جو جھڑیوں سے ملجاتا تھا ۔۔۔ یہانتک کہ ہر روز روز عید ہوگیا تھا

هَبَّ النَّسِيمُ عَلَى الرُّبَى فَتَضَاحَكَتْ ۔۔۔ بُشْرَى الْعَمِيدِ عَرَارُهَا وَالْجَادِي

بلند زمین پر بادِ صبا چلی تو بے قرارانِ عشق کو بشارت دینے کیلئے بار سنگار اور زعفران باہم ہنسے

لَعِبَتْ صَبَاهَا وَالشَّمَالُ وَتَارَةً ۔۔۔ لَعِبَ الْغُصُونُ بِعِطْفِهَا الْمَيَّادِ

کبھی بادِ صبا اور بادِ شمال کھیلتی تھیں اور کبھی ۔۔۔ نرم شاخیں اپنے لچکتے ہوئے کناروں سے کھیلتی تھیں

سَنَحَ الظِّبَاءُ فَكَادَ يَهْلِكُ مُغْرَمٌ ۔۔۔ حُوْرَ الْعُيُونِ وَعِطْفَةَ الْأَجْيَادِ

سرگمیں آنکھوں والے ہرن گردنوں کو لچکاتے ہوئے نکلے ۔۔۔ تو قریب تھا کہ عاشق مزاج لوگ ہلاک ہوجائیں

وَأَكَادُ أَشْرَقُ بِالدُّمُوعِ إِذَا بَدَا ۔۔۔ هَجْرٌ فَتَبْكِي الْوُرْقُ بِالْإِسْعَادِ

جب جدائی کا وقت آیا تو قریب تھا کہ آنسو میرے گلے میں (اُچھو ہوجائے) پھندا پڑجائے اور کبوتر میرے ساتھ ملکر رو رہے تھے۔

أَسْقِي الطُّلُولَ وَاسْتَحِثُّ رَكَائِبِي ۔۔۔ وَجْدًا عَلَى التَّأْوِيبِ وَالْإِسْآدِ

میں آنسوؤں سے ٹیلوں کو تر کرتا تھا اور سواریوں کو جلد لیجا رہا تھا۔ کیونکہ مجھے دن رات چلنے کا شوق تھا۔

تَهْفُو إِلَى أَرْضِ تِهَامَ هُمُومِي هِمَّةً ۔۔۔ نَفَتِ الْكَرَى عَنِّي عَلَى إِسْهَادِ

(مقصود) سرگشتگی، تہامہ کی حاضری تھی اور میرا قصد وہ قصد اعلی تھا۔ جسنے باوجود کثرت بیداری کے میری نیند اڑادی

لِلّٰہِ دَرُّ صَحَابَۃٍ اَلْفَیْتُہُمْ　　دِیَمَ النَّدٰی لِلْمُجْتَدِیْ وَالْجَادِیْ

سبحان اللہ میں نے کیسے اچھے حضرات کو پایا طالب عطا کیلئے باران سخاوت ہیں اور بہت عطا کرنے والے

فَرَقَ الصَّدِیْعَ عَلٰی مَنَائِرِ رِفْعَۃٍ　　سُرُجَ الرَّشَادِ عَلٰی ذُرَی الْاَطْوَادِ

صبح صادق کی روشنی ہیں رفعت کے میناروں پر　　چراغ ہدایت ہیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر

وَاَبَرُّھُمْ قَلْبًا وَّاَطْھَرُ ضِئْضِئًا　　وَاَقَلُّ تَکَلُّفَۃٍ نُجُوْمَ النَّادِیْ

سب سے زیادہ شائستہ قلوب والے پاکیزہ نسب والے　　نہایت بے تکلف اور مجلس نبوی کے ستارے

اَنَا فِیْ اَمَانٍ مِّنْ دَآدِیْءِ حَیْرَۃٍ　　وَلِیَ اہْتِدَاءٌ بِالنَّبِیِّ الْھَادِیْ

(خدا کا شکر ہے کہ) میں حیرت کی تاریکی سے محفوظ ہوں　　اور نبی ہادی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے ہدایت پایا ہوا ہوں

شَمْسُ الضُّحٰی بَدْرُ الدُّجٰی صَدْرُ الْعُلٰی　　عَلَمُ الْھُدٰی ھُوَ قُدْوَۃٌ لِلْقَادِیْ

(وہ نبی) آفتاب نصف النہار ہیں اندھیری رات کے بدر مراتب عالیہ کے صدر نشین۔ ہدایت کے نشان ہیں اقتدا کرنیوالوں کے پیشوا ہیں

مَوْلَی الْوَرٰی وَبَشِیْرُھُمْ وَشَفِیْعُھُمْ　　وَخَطِیْبُھُمْ فِیْ مَشْھَدِ الْاَشْھَادِ

سردار خلائق اور انکے بشارت دینے والے ڈرانے والے　　اور انکے خطیب میدان حشر میں

مِنْ سَیِّدٍ عَبْدِ الْاِلٰہِ وَحَمْدُہٗ　　وَحَبِیْبُہٗ وَخَلِیْلُہُ الْحَمَّادِ

جو ہمارے سردار خدا کے بندے اور سراہے ہوئے ہیں　　اور حبیب اللہ اور خلیل اللہ ہیں خدا کی حمد کرنے والے ہیں

سَھْلُ الْعَرِیْکَۃِ اَکْرَمُ الْعَرَبِ الْاُلٰی　　خَیْرُ الْعِبَادِ وَخِیْرَۃُ الْعُبَّادِ

سہل نفیس النفس، تمام عرب میں زیادہ شریف　　بہترین مخلوقات اور خلاصہ برگزیدہ عابدین

خَیْرُ الْوَرٰی بَیْتًا وَّاَخْیَرُ مَحْتِدًا　　وَنَبِیُّھُمْ مِنْ مَّعْدِنٍ مُّنْطَادِ

خاندان کے لحاظ سے بھی بہترین خلائق اور طبعی شرافت میں سب سے افضل۔ اور نبی خلائق۔ نہایت عالی نسب

خَتَمَ النُّبُوَّۃَ وَالرِّسَالَۃَ اِنَّھَا　　بُدِئَتْ بِہٖ خُتِمَتْ بِہٖ لِمَعَادِ

آپ خاتم النبوۃ و خاتم الرسالۃ ہیں اور خلاصہ یہ ہے۔ کہ نبوت آپ ہی سے شروع ہوئی اور آخر آپ ہی پر ختم ہو گئی قیامت تک

اَلْعَاقِبُ الْمَاحِیْ وَاَکْثَرُ تَابِعًا　　وَالْقَاسِمُ الْمَبْعُوْثُ لِلْاِرْشَادِ

آپ خاتم الانبیاء ہیں رسوم کفر کو مٹانیوالے سب سے زیادہ امت والے۔ خیر و برکات کو تقسیم کرنیوالے۔ ہدایت خلق کیلئے بھیجے گئے

وَالْاَفْصَحُ الْاُمِّیُّ اَصْدَقُ لَھْجَۃً　　مِمَّنْ تَکَلَّمَ بِاللِّسَانِ الضَّادِیْ

افصح اور ناخواندہ (سبحان اللہ) اور سب سے زیادہ صادق اللسان۔ اور ہیں آپ اہل عرب سے

سِرُّ الْمُھَیْمِنِ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ　　بُشْرٰی مُحَیَّاہُ حَیٰوۃُ الصَّادِیْ

سر من اسرار اللہ۔ عبد اللہ اور رسول اللہ　　انکے چہرہ کی بشارت تشنہ لبوں کی حیات ہے

وَمُفْخَمٌ فَخْمٌ تَهَلَّلَ وَجْهُهُ ضَحِكًا كَضِحْكِ الْبَدْرِ إِذْ هُوَ بَادٍ

بارعب باعظمت۔ کہ چہرۂ مبارک۔ ہنسی کیوقت ایسا چمکتا تھا جیسے صاف آسمان میں چودھویں رات کا چاند

اَلْأَبْلَجُ الْأَقْنَى الْأَزَجُّ وَرَحْمَةٌ لِلْعَالَمِيْنَ وَأَجْوَدُ الْأَجْوَادِ

کشادہ ابرو۔ بلند بینی۔ کشیدہ و باریک ابرو والے اور رحمۃ للعالمین اور تمام سخیوں سے زیادہ سخی

وَافَتْ بِطِيْبَةَ دَارُهُ وَلِمُلْكِهِ بِالشَّامِ مَكَّةُ مَوْعِدُ الْمِيْلَادِ

مسکن و مقام آپکا مدینہ منورہ تھا اور مملکت آپکی ملک شام تک تھی۔ اور مکہ معظمہ میں آپکے تولد مبارک کا وعدہ اور پیشین گوئی تھی

وَلِرُعْبِهِ سَارٍ مَسِيْرَةَ أَشْهُرٍ وَلِذِكْرِهِ بَاقٍ عَلَى إِحْمَادِ

آپکا رعب جائے مقام سے ایک ماہ کی مسافت تک پہنچتا تھا۔ اور آپکا ذکر خیر ہمیشہ تعریف کے ساتھ باقی رہیگا

وَافٰى شَهِيْدًا مُنْذِرًا وَمُبَشِّرًا مِنْ رَبِّهِ بِالْوَعْدِ وَالْإِيْعَادِ

تشریف لائے آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے شہید و مبشر و منذر ہوکر وعدۂ انعام او خوف عذاب دلانیکے لئے

فَلِوَاءُهُ وَمَقَامُهُ مَعْ حَوْضِهِ يَوْمَ التَّنَادِيْ لِلْوَسِيْلَةِ شَادٍ

پس آپکا جھنڈا اور محمود اور حوض کوثر روز قیامت میں درجۂ وسیلہ کیلئے مشہور کرنے والا ہوگا

قَدْ جَاءَ وَالدُّنْيَا عَلٰى ظُلُمَاتِهَا وَالْجَهْلُ وَالْبُؤْسٰى عَلَى اعْتِدَادِ

آپ ایسی حالت میں تشریف لائے کہ دنیا میں اندھیرا چھا رہا تھا۔ اور جہل اور سختی کا دور دورہ ہو رہا تھا

فَأَضَاءَ كَالْبَدْرِ الْمُنِيْرِ وَوَجْهُهُ نُوْرٌ مُّبِيْنٌ فِيْ ظَلَامٍ دَآدِيْ

پس اپنے چمکتے ہوئے ماہ کامل کی طرح دنیا کو روشن کردیا (اور کیوں نہو) چہرۂ مبارک تو شبہائے تاریک کے اندھیرے کیلئے نور مبین ہے

فَتَحَتْ بِهِ غُلُفُ الْقُلُوْبِ وَبُصِّرَتْ عُمْيُ الْعُيُوْنِ بِسُنَّةٍ وَسَدَادِ

آپکی ہدایت سے غلاف چڑھے ہوئے دل کھل گئے اور اندھی آنکھیں روشن ہوگئیں سنت اور خوش اخلاقی سے

قَدْ أَيَّدَ التَّقْوٰى وَشَيَّدَ أَمْرَهَا بِقَوَاعِدِ التَّأْيِيْدِ ذَاتَ عِمَادِ

آپنے تقویٰ و پرہیزگاری کی تائید فرمائی اور اسکی شان کو بلند کردیا۔ قواعد تائید سے جو بلند عمارت والے ہیں

وَمَكَارِمُ الْأَخْلَاقِ مَهَّدَ وَالْهُدٰى أَضْحٰى عَلٰى عَلَمٍ رَفِيْعٍ طَادِ

آپنے مکارم اخلاق کو پھیلا دیا اور آپکی وجہ سے ہدایت ایک نہایت بلند اور پائدار مقام پر پہنچ گئے

وَبِوَجْهِهِ تُسْتَنْزَلُ الْبَرَكَاتُ مِنْ فَوْقِ السَّمَاءِ فَأَيِّدْهُ بِأَيَادِ

آپ کے چہرۂ مبارک کے طفیل سے آسمان سے برکتیں طلب کیجاتی ہیں پس آپکی تائید منجانب اللہ ہے

وَبِهِ النَّجَاةُ وَعِصْمَةٌ مِّنْ أَزْمَةٍ وَبِهِ حَيَاةٌ طَيِّبَةٌ لِلْبِلَادِ

آپ ہی کی برکت سے سختی و قحط کی بلاؤں سے نجات و حفاظت ہوتی ہے۔ اور آپ ہی کی برکت سے شہروں کو سرسبزی

فالخير هديٌ هديه ولدينه ۔۔۔ دين الإله علا لدى الإسناد

تمام طریقوں میں آپکا طریقہ بہتر ہے اور آپ کا دین ۔۔۔ دین خداوندی ہے جو سند میں سب سے بڑھکر ہے

قامت به غر الوجوه عصابة ۔۔۔ شم الانوف وصفوة الانجاد

آپکے دین کی اعانت کیلئے ایک درخشندہ پیشانی والی جماعت اٹھی۔ نہایت غیرت والے اور مدد کرنیوالوں میں برگزیدہ

كانوا من الابرار والاطهار و ۔۔۔ الاخيار والانصار والانجاد

جو صالح اور پاک اور بہتر ۔۔۔ اور مدد کرنے والے اور دلیر لوگ تھے

ثم اهتدى بمنارهم سعداؤهم ۔۔۔ سعدوا وكانوا وفقوا لرشاد

پھر انہیں لوگوں کی علامات ہدایات سے انکے خوش نصیب لوگوں نے ہدایت پائی۔ اور سعید بنگئے اور انکو بھلائی کی توفیق

حتى تأذن دهرهم بمضيهم ۔۔۔ والدهر ارود ذو صروف عاد

یہانتک کے انکے زمانے انکے کوچ کی اطلاع دی۔ ۔۔۔ اور زمانہ آہستہ آہستہ چلنے والا بڑی گردشوں والا ستمگر ہے

فمضى الخيار فلا ترى آثارهم ۔۔۔ فكأنهم كانوا على ميعاد

بس یہ برگزیدہ لوگ گذر گئے اب تم انکے نشان بھی نہیں دیکھ سکتے۔ گویا یہ ایک میعاد مقررہ کیلئے آئے تھے۔

لا يهتدي للخير الا خيّر ۔۔۔ ويعزل عنه اخ الانكاد

بھلائی کی ہدایت بھی کسی خوش نصیب ہی کو ہوتی ہے۔ ۔۔۔ اور جو سیاہ بخت ہو وہ اس سے جدا رہتا ہے۔

هذا ولا يبقى سوى الملك القديم وكل شيء رائح او غاد

بات یہ تھی۔ اور بادشاہ قدیم کے سوا کوئی باقی نہیں رہیگا۔ ہر ایک شے شام کو فنا ہونیوالی ہے یا صبح کو

قف نبك اطلالا وهت اركانها ۔۔۔ اخنى عليها الدهر بالمرصاد

اے دوست ذرا ٹھہر جا کہ ہم گھر کے ان نشانات کو رولیں جنکے ارکان مٹ گئے۔ زمانہ نے گھات میں لگ کر انکو ہلاک کردیا

يا ربما ارثى الطلول فما هنا ۔۔۔ داع ولا مستمع انشادي

اے لوگو میں بارہا ٹیلوں کو روتا ہوں۔ مگر وہاں نہ کوئی بلانیوالا ہوتا ہے نہ میری شعرخوانی کو سننے والا

سبحان من صرف الامور وما أتت ۔۔۔ غيره عليه على مدى الآباد

پاکی ہے اس ذات کیلئے جو تمام عالم کو الٹ پھیر کرتا ہے۔ مگر اس پر ابد الآباد تک کبھی کوئی تغیر نہیں آئیگا۔

ثم الصلوة مع السلام على النبي ۔۔۔ وآله مع صحبه الامجاد

پھر درود و سلام ہو نبی علیہ السلام پر ۔۔۔ اور انکی اولاد پر اور اصحاب باعزت پر

مکتوبات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بنام حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکیؒ

ترجمہ و حواشی ـــــــ نورالحسن راشد کاندھلوی

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ، (ولادت ۱۲۴۸ھ ۱۸۳۲ء وفات ۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء، پنجشنبہ) کا منجملہ اور تمام اوصاف و کمالات کے ہندوستان کے ان علماء اور ممتاز اہل فضل و کمال میں شمار ہے جن کی زندگی میں ان کے فیض کا دریا رواں ہو گیا تھا، اور ہر سو ان کی جامعیت اور تبحر علمی کی آوازیں بلند، اور ان سے استفادہ کرنے کے متمنی افراد کی جماعتیں موجود تھیں ان کو شاگرد بھی نہایت منتخب اور غیر معمولی نصیب ہوئے، اور نہ صرف چھوٹوں، شاگردوں اور استفادہ کرنے والوں کو بلکہ ان کے بڑوں کو بھی اس کا پوری طرح احساس تھا (۱) کہ حضرت مولانا ایک غیر معمولی شخصیت ہیں اور ان پر جس طرح علوم کا ورود ہوتا ہے، اور اللہ نے دینی عقلی کلامی مسائل سمجھنے کی جو غیر معمولی وہبی صلاحیت عطا فرمائی ہے وہ ہر زمانہ میں جنسِ نایاب اور متاعِ بے بہا رہی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت مولانا کے متعدد شاگردوں متوسلین اور اہل تعلق نے حضرت مولانا کی تحریریں، خطوط، رسائل و تالیفات، احوال و سوانح اور ملفوظات جمع کرنے کا کام اسی وقت شروع کر دیا تھا، ایسی متعدد کوششوں اور تالیفات کے مجموعوں کا

---

(۱) حضرت حاجی امداد اللہ مولانا کے متعلق نہایت بلند کلمات فرمایا کرتے تھے فرماتے تھے کہ "ایسے لوگ کبھی پہلے زمانے میں ہوا کرتے تھے اب مدت سے نہیں ہوئے" اور حضرت مولانا کے آخری سفرِ حج (۹۵ - ۱۲۹۴ھ) کے موقع پر فرمایا کہ "مولوی صاحب کی تقریر و تحریر کو محفوظ رکھا کرو، اور غنیمت جانو۔" حالات مولانا محمد قاسم ص ۱۵ (مطبع صادق الانوار بھاولپور: ۱۲۹۷ھ)۔

مختلف ذرائع سے علم ہوتا ہے، جن کی ترتیب و تدوین حضرت مولانا کی حیات میں یا حضرت مولانا کی حیات کے فوراً بعد شروع ہو گئی تھی، مگر ان محنتوں اور علمی خدمات کی حفاظت و اشاعت پر حضرت کے نام لیواؤں نے خاطر خواہ توجہ نہیں کی۔ اس کی وجہ سے حضرت کی کئی اہم سوانحات اور تحریرات و ملفوظات کے متعدد مجموعے ضائع یا گمنام و بے نشان ہو گئے (۲)۔

ایسی ہی چیزوں میں جن کا عموماً سراغ نہیں ملتا حضرت مولانا کے وہ گرامی نامے بھی ہیں جو مولانا نے اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی کو تحریر فرمائے تھے اور غالباً ان مکتوبات کے ناپید ہونے کی وجہ سے ہی مولانا کے متاخر سوانح نگاروں کو حضرت مولانا اور حضرت حاجی صاحب کے سلسلۂ عقیدت و مؤدت کی صحیح تاریخ دریافت کرنے میں مشکلات پیش آئیں۔ تاہم اللہ کا شکر ہے کہ مولانا کی ایسی کئی چیزیں جن کو عموماً معدوم سمجھا جاتا ہے (اگرچہ منتشر ہیں مگر) موجود و محفوظ ہیں۔

---

(۲) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی حیات میں مولانا کے کئی شاگردوں اور قریبی اصحاب نے مولانا کے سوانح حیات کی ترتیب کا کام شروع کر دیا تھا۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا فخر الحسن گنگوہی، منشی فضل حق دیوبندی اور مولوی ضیاء الحسن عثمانی دیوبندی نے الگ الگ سوانح حیات مرتب کیں، جس میں سے مولانا محمد یعقوب کی لکھی ہوئی سوانح "حالات جناب طیب مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم" کے نام سے شوال ۱۲۹۷ھ میں مطبع صادق الانوار بھاولپور سے چھپی تھی۔ منشی فضل حق کی مرتبہ سوانح ۱۳۸۵ھ تک محفوظ تھی بعد کا حال معلوم نہیں، مولانا فخر الحسن صاحب نے بہت مفصل سوانح لکھی تھی جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ کانپور میں مولانا کے کتب خانہ کے ساتھ جل کر خاکستر ہو گئی، مولوی ضیاء الحسن نے بھی ضخیم سوانح قلم بند کی تھی روایت ہے کہ ان کے اہل خاندان سے لے کر کسی شخص نے ضائع کر دی۔ ان کے علاوہ بھی دو تین سوانحات کا اجمالی ذکر ملتا ہے نیز مولانا کے افادات و ملفوظات قلم بند کرنے پر بھی خاص توجہ دی گئی مولانا کے ایک شاگرد نے مولانا کے ملفوظات فراہم کئے تھے اور یہ مجموعۂ ملفوظات (مولانا حافظ احمد صاحب خلف مولانا محمد قاسم کی اطلاع کے مطابق) تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل تھا مولانا کے متعدد شاگردوں کو مولانا کی لکھی ہوئی ایک ایک تحریر اور ایک ایک خط اور ایک ایک سطر حرز جاں بنا کر سینے سے لگا کر رکھنے کا ذوق تھا۔ مگر اب ان میں سے اکثر چیزیں گمنام اور نامعلوم ہیں۔

ایسی ہی چیزوں میں سے ایک گراں بہا سرمایہ 'ایک قلمی مجموعہ مکتوبات ہے جس میں حضرت مولانا کے حضرت حاجی صاحب کے نام گیارہ خطوط درج ہیں۔ یہ مجموعہ مکتوبات ۴۵ صفحات پر مشتمل ہے اور قلیل ضخامت کے باوجود اپنے مشتملات کے لحاظ سے گنج ہائے گراں مایہ کہا جاسکتا ہے' افسوس ہے کہ اس مجموعہ پر اس کے مرتب یا کاتب کا نام اور مقام' سنہ کتابت وغیرہ کچھ درج نہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لکھنے والے کا کام اچانک بیچ میں رہ گیا ہے اور وہ اپنے ارادہ اور منصوبہ کے مطابق اس کو تکمیل تک نہیں پہونچا سکے' تاہم اس کی تحریر اور رسم خط سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا آدھے سے زائد حصہ ۲۵ صفحات مولانا عاشق الٰہی میرٹھی (وفات یکم شعبان ۱۳۶۰ھ ۲۵ اگست ۱۹۴۱ء' مترجم قرآن و مؤلف تذکرۃ الرشید' و تذکرۃ الخلیل (۳) وغیرہ) کے قلم کا لکھا ہوا ہے اور ۲۰ صفحات مولانا عبداللہ گنگوہی مؤلف تیسر المنطق اور تیسیر المبتدی وغیرہ (وفات ۱۵ رجب ۱۳۳۹ھ ۲۶ مارچ ۱۹۲۱ء) (۴)۔ نے نقل کئے ہیں۔ اگر ہمارا یہ خیال صحیح ہے تو اس مجموعہ کی کتابت سنہ ۱۳۳۹ھ سے پہلے ہوئی ہے جو مولانا عبداللہ گنگوہی کا سنہ وفات ہے اور آخری کچھ حصہ مولانا کی وفات کے بعد نقل ہوا ہے۔ اس مجموعہ میں حضرت حاجی صاحب کے نام ان کے ممتاز و عزیز ترین خلفا کے خطوط یکجا کئے گئے ہیں' سب سے پہلے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے چھ والا نامے ہیں' اس کے بعد حضرت مولانا قاسم صاحب کے ۱۱ خطوط نقل کئے گئے ہیں۔ بعد ازیں حضرت مولانا محمد یعقوب کے ۲ مکتوبات نے جگہ پائی ہے (یہ خطوط بھی حضرت حاجی امداد اللہ کے نام ہیں) آخر میں حضرت مولانا گنگوہی کے وہ خط ہیں جو شارح ابوداؤد مولانا خلیل احمد انبہٹوی مہاجر مدنی کے نام صادر ہوئے ہیں' یہ کل ۴۲ خطوط ہیں۔ یہ رسالہ

---

(۳) ملاحظہ ہو: مقدمہ' ارشاد الملوک ترجمہ امداد السلوک' تالیف حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ترجمہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی' مقدمہ از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا۔ ص ۸' ۹ (سہارنپور: بلاسنہ)۔

(۴) مولانا عبداللہ گنگوہی کی کاندھلے میں وفات ہوئی' افسوس ہے کہ ان کی قبر معلوم نہیں' تعارف کے لیے مقدمہ اکمال الشیم' شرح اتمام النعم تالیف مولانا عبداللہ گنگوہی۔ مقدمہ از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا ص ۱۷) سہارنپور: بلاسنہ)۔

۱۶ - ۳۶ سینٹی میٹر سائز کے کل ۷۵ صفحات پر مشتمل ہے اور نہایت معمولی کاغذ پر لکھا گیا ہے کاغذ ایسا خستہ و شکستہ ہے کہ بہت احتیاط سے ہاتھ لگانے پر بھی ورق کے ٹوٹ کر گر جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ کاغذ کی خستگی کے علاوہ ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ اس تحریر کا خاصا حصہ لال روشنائی سے لکھا گیا ہے جو اپنا رنگ کھوتی جا رہی ہے، جس کی وجہ سے اس نسخہ کا دیر تک باقی رہنا نہایت مشکل ہے۔ اس لئے کوشش کر کے اس کا فوٹو اسٹیٹ لے لیا ہے، اور انشاء اللہ وقتاً فوقتاً اس کے مندرجات و خطوط شائع ہوتے رہیں گے۔

اگرچہ ان خطوط کا زمانۂ تحریر بہت طویل نہیں ہے اور یہ خطوط تقریباً ۱۲۹۰ھ سے ۱۲۹۲ھ (۷۵ - ۱۸۷۳ء) کے درمیان لکھے گئے ہیں اور کہا جاسکتا ہے کہ یہ خطوط صرف دو سال کے موسمِ حج کی یادگار ہیں، کیونکہ اس زمانہ میں جب یہ خطوط لکھے گئے (بیرونی) ڈاک کا کوئی معقول نظام موجود نہیں تھا، ساکنانِ ارضِ حرم کی ہندوستان اور دیگر ممالک سے، اور ہندوستان نیز دوسرے ملکوں کے لوگوں کی حرمین شریفین میں مقیم اپنے بزرگوں عزیزوں سے رابطہ اور مراسلت کی عموماً یہی ایک صورت تھی، کہ جب کوئی جاتا متعلقہ اصحاب کے لیے خطوط لے جاتا اور جب کوئی ادھر سے آتا تو وہاں والے اپنی تحریروں اور مکتوبات سے مسرور و شاد کام فرماتے تھے۔ اسی طرح حضرت نانوتوی بھی حجاز جانے والے اصحاب کے ذریعہ سے حاجی صاحب کی خدمت میں خطوط بھیجا کرتے تھے اور حضرت حاجی صاحب واپس آنے والے حجاج کے بدست ان کے جوابات سے سرفراز فرماتے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے نام آئے ہوئے حضرت حاجی صاحب کے متعدد گرامی نامے مرقوماتِ امدادیہ مرتبہ مولانا وحید الدین رامپوری میں شامل ہیں (۵)۔ زیر تعارف قلمی مجموعۂ مکتوبات میں درج حضرت نانوتوی کے خطوط اور مرقومات میں حضرت حاجی صاحب کے جوابات سے یہ بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت نانوتوی کی

(۵) مرقوماتِ امدادیہ مشمولہ امداد المشتاق (طبع دوم، تھانہ بھون: بلا سنہ) نیز (مطبوعہ مکتبہ برہان دہلی: ۱۹۷۹ء) معہ مقدمہ پروفیسر نثار احمد فاروقی۔

حضرت حاجی صاحب سے اکثر خط و کتابت رہتی تھی، مولانا نے حضرت حاجی صاحب کو یقیناً پچاسوں خط لکھے ہوں گے اور اسی طرح حضرت حاجی صاحب کے گرامی نامے بھی کثیر تعداد میں آئے ہوں گے، لہٰذا اس مجموعہ میں اور مرقوماتِ امدادیہ میں طرفین کے جو خطوط ہیں وہ اس مراسلت کا ایک چھوٹا سا حصہ ہیں، لیکن (راقم سطور کی معلومات کی حد تک) اس وقت تک حضرت حاجی صاحب کے نام حضرت مولانا محمد قاسم کا کوئی خط شائع نہیں ہوا۔ درج بالا قلمی مجموعہ میں سے حضرت مولانا کے حضرت حاجی صاحب کے نام چار گرامی نامے قارئینِ احوال و آثار کی نذر کئے جا رہے ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے یہ خطوط کئی طرح سے نہایت اہم ہیں اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ یہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے حضرت حاجی صاحب کے نام دریافت پہلے خطوط ہیں، ان کی مدد سے حضرت مولانا نانوتوی کے علوے مراتب انکسار و تواضع، تعلق مع اللہ اور اپنے نفس پر بد اعتمادی کا خوب علم ہوتا ہے کہ اس جلالت شان کے باوجود وہ اپنے کو کس طرح ہیچ در ہیچ سمجھتے تھے۔

حضرت مولانا توکل و استغنا کے ایسے بلند مقام پر فائز تھے جو ہر ایک کا نصیب نہیں، انھوں نے پوری زندگی میں جاہ و منصب، عہدہ و اقتدار اور مال و دولت کی طرف ایک لمحہ کے لیے بھی توجہ نہیں کی، بڑے بڑے مقتدر رؤساء نوابوں اور اہل ثروت کے گراں قدر نذرانوں اور ہزاروں لاکھوں روپیوں کے عطیات کو بے پروائی کے ساتھ رد کر دیا۔ اور جسم و روح کے رشتہ کو جوڑے رکھنے کے لائق ضروریات کے سوا کبھی کسی دنیاوی چیز کو نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور پوری زندگی اسی شانِ استغنا اور کہنا چاہیئے کہ فقرِ اختیاری میں گذار دی۔

حضرت مولانا کی زندگی کا کوئی لمحہ معلوم نہیں ہے جو طلبِ دنیا سے آلودہ ہوا ہو، مگر اس سب کے باوجود وہ حضرت حاجی صاحب سے ایسی لجاجت کے ساتھ دعا اور توجہ کی درخواست کرتے ہیں کہ خاص طور پر دعا فرمائیے میرے پاؤں دنیا کی طلب میں نہ اٹھ جائیں، اور ساتھ ہی ساتھ اپنی روحانی کیفیات، مدارجِ سلوک اور سفرِ معرفت کے بھی نقوش ثبت فرمائے ہیں، حضرت حاجی صاحب کے

ہندوستان میں جو عزیز و اقارب تھے ان سب کے احوال و کیفیات کا ذکر ہے، خوشی اور غمی، لین دین اور باہم مراسم و تعلقات ہر قسم کے واقعات کی ایک جھلک ان خطوط میں دیکھی جاسکتی ہے، نیز خود مولانا کے خاندان اور اعزاء میں کیا ہو رہا ہے کون خوش و خرم ہے اور کون بیمار و پریشان ہے، اور ان خطوط میں ان قصبات و نواح کا بھی ذکر ہے جہاں حضرت حاجی صاحب کا قرابت و نسبت کا کچھ رشتہ تھا یا وہاں حضرت حاجی صاحب کے متوسلین رہتے تھے۔ ان خطوط سے اگر ایک طرف حاجی صاحب کے اپنے اہل تعلق کی خیر و خبر رکھنے کا، ان کی مسرتوں سے خوش اور ان کے رنج و غم میں شریک رہنے کا علم ہوتا ہے تو دوسری جانب حضرت مولانا کی سعادت مندی اور جذبہ، خدمت کا تاثر بھی بہت واضح ہے کہ مولانا بھی حضرت کے سب متوسلین کی اچھے برے کی سب معلومات رکھتے اور حضرت حاجی صاحب کو ان سے مطلع فرماتے رہتے تھے۔

یہ خطوط اس پہلو سے بھی بہت قابلِ قدر اور لائقِ استفادہ ہیں کہ ان میں حضرت مولانا کے ذاتی احوال کی جس قدر جھلک مل جاتی ہے ویسی اس وقت تک معلوم مولانا کے کسی اور خط یا تحریر میں نظر نہیں آتی۔ اس میں حضرت مولانا نے اپنے گھریلو واقعات و حوادث کا بھی ذکر کیا ہے، اور یہ خطوط اس لحاظ سے بھی ایک منفرد یادگار ہیں کہ ان میں حضرت مولانا نے اپنے متعدد ممتاز شاگردوں کا حضرت حاجی صاحب سے تعارف کرایا ہے۔ ان شاگردوں کی حضرت مولانا کی نگاہ میں جو قدر و منزلت تھی اور مولانا اُن کو جیسا سمجھتے تھے اس کا بھی اِن خطوط میں تذکرہ ہے، مولانا احمد حسن امروہوی، مولانا فخرالحسن گنگوہی، مولانا محی الدین احمد خاں مراد آبادی کا تذکرہ ملاحظہ ہو۔ ان ہی خطوط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا اپنے شاگردوں میں مولانا احمد حسن امروہوی کو سب سے زیادہ باصلاحیت فہیم اور اپنا قائم مقام سمجھتے تھے اور انھیں خطوط کی مدد سے ان سب صاحبان کی حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضری اور تربیت حاصل کرنے کا بھی علم ہوتا ہے، جس کا دوسرے خطوط میں بہت کم ذکر ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا اپنے ایسے متوسلین کو جو مولانا سے بطورِ خاص

سلوک و تربیت کے طالب ہوتے تھے، حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں بھیج دیا کرتے تھے۔ یہ خط بعض ایسی معلومات بھی فراہم کرتے ہیں جو اب تک نامعلوم تھیں مثلاً اس میں حضرت مولانا کے ایک شاگرد مولانا سلطان الدین امروہوی کا ذکر ہے جن کا حضرت مولانا کے تلامذہ میں عموماً ذکر نہیں آتا۔ ان خطوط میں حضرت مولانا کے والدِ محترم شیخ اسد علی اور مولانا کی والدہ ماجدہ کی تاریخ وفات بھی درج ہے۔ یہ دونوں تاریخیں پہلی بار سامنے آئی ہیں۔ اسی طرح ان خطوط کے ذریعہ سے مولانا کے تیسرے صاحبزادے محمد کی ولادت اور وفات کا بھی علم ہوتا ہے۔

ان خطوط میں درج شخصیات کے متعلق معتبر ذرائع سے جو کچھ معلوم ہو سکا وہ حواشی میں درج کر دیا گیا ہے۔ تاہم بعض مندرجات مزید تحقیق کے منتظر ہیں مثلاً ایک خط میں بھائی عبداللہ، برادر زادہ حضرت حاجی صاحب کی وفات کی خبر ہے، اور اس خط (مکتوب ۵) پر تاریخ تحریر ۱۰ رمضان ۱۲۹۲ھ، چہار شنبہ لکھی گئی ہے۔ اس میں کچھ سہو ہو گیا ہے۔ اگر تاریخ کتابت صحیح ہے تو یہ شب دو شنبہ مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۸۷۵ء ہو گی، اس کا قرینہ یہ ہے کہ ان خطوط میں سے دو خطوں میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی پہلی اہلیہ کی وفات کا ذکر ہے، جس میں سے ایک سب سے آخری خط (مکتوب ۱۱) مولانا محمد یعقوب کی اہلیہ کے انتقال کے اگلے دن لکھا گیا ہے۔ اور مولانا یعقوب صاحب کی اہلیہ کی وفات ۱۴ رمضان ۱۲۹۲ھ میں ہوئی تھی۔

چونکہ مولانا محمد یعقوب کی اہلیہ کی وفات کی تاریخ بیاضِ یعقوبی میں خود مولانا محمد یعقوب کے قلم سے لکھی ہوئی موجود ہے دوسرے ذرائع بھی اسی کی تصدیق کرتے ہیں۔ لہذا یہی اندراج ہونا چاہیے تھا۔ نیز اسی کے ذریعہ سے یہ بھی متعین ہو جاتا ہے کہ شیخ اسد علی کی وفات ۷ ربیع الثانی ۱۲۹۲ھ شب پنجشنبہ (۱۲ مئی ۱۸۷۵ء) میں ہوئی۔

ان خطوط سے ایک اور اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ مدرسہ مراد آباد (مدرسۃ الغرباء)

کا آغاز اس تاریخ سے بہت پہلے ہو چکا تھا جو عام طور پر ذکر کی جاتی ہے یہ مشہور و متعارف تاریخ ۱۹ صفر ۱۲۹۶ھ (۱۲ فروری ۱۸۸۹ء) ہے (۶)۔ مگر حضرت مولانا نانوتوی کے ایک خط میں اس سے کئی سال پہلے مراد آباد میں ایک دینی مدرسہ کی ابتداء کی اطلاع ہے جو مدرسۃ الغرباء (مدرسہ شاہی) کے آغاز کی مشہور تاریخ سے مطابقت نہیں رکھتی، لہٰذا اس پر غور و فکر کی ضرورت ہے۔ اگر مدرسہ امداد الغرباء شاہی مراد آباد کے آغاز کی تاریخ ۱۹ صفر ۱۲۹۶ھ ہی ہے اور اس سے پہلے اس مدرسہ کا کوئی وجود نہیں تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے اس سے پہلے بھی مراد آباد میں ایک مدرسہ قائم کرنے کی کوشش فرمائی تھی جو ۱۲۹۲ھ میں شروع ہوا تھا۔ اور مولانا فخرالحسن صاحب اس کے صدر مدرس بنائے گئے تھے۔ ممکن ہے وہ مدرسہ کسی وجہ سے نہ چل سکا ہو اس لیے حضرت مولانا دوبارہ ۱۲۹۶ھ میں مراد آباد تشریف لائے اور اس وقت مدرسۃ الغرباء (مدرسہ شاہی) کا سر و سامان فرمایا یہ کوشش بفضلہ تعالی مفید اور بار آور رہی اور یہ مدرسہ آگے بڑھتا اور ترقی کرتا رہا، اور یہ بھی ناممکن نہیں کہ مدرسۃ الغرباء کا غیر رسمی افتتاح ۱۲۹۲ھ میں ہو گیا ہو اور اس وقت مولانا فخرالحسن گنگوہی عارضی طور پر اس میں بڑے مدرس مقرر کئے گئے ہوں۔؟

ان مکتوبات میں درج بعض شخصیات تو ایسی ہیں کہ ان کے متعلق معلومات کا کوئی ذریعہ راقم سطور کی دسترس میں نہیں ہے اور ایک مشکل یہ بھی ہے کہ ایک ہی نام کی الگ الگ کئی شخصیتیں ہیں ان کو متعین کرنا بھی آسان نہیں مثلاً قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان خطوط میں عبداللہ نام کے جن اصحاب کا ذکر ہے وہ چار الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ ایک عبداللہ حضرت حاجی صاحب کے بھتیجے ہیں، ایک اور عبداللہ نامی شخص تھانہ بھون کے رہنے والے ہیں، ایک عبداللہ مہاجر مکی اور حضرت حاجی صاحب کے خادم خاص ہیں، ایک اور جن کو میاں عبداللہ کے نام سے یاد کیا گیا

(۶) تاریخ مدرسہ شاہی نمبر (ماہ نامہ ندائے شاہی، مراد آباد: ۱۹۹۲ء) ص ۱۴۴، ۱۴۶ وغیرہ۔

ہے، حضرت حاجی صاحب اور غالباً مولانا کے عزیز ہیں۔ میاں عبداللہ کا شادی کے چند ہی دن کے بعد آغازِ نوجوانی میں انتقال ہو گیا تھا۔ ایسے ہم عہد، ہم وطن اور قریب ترین ہم نام اعزّہ کے احوال و تعارف میں غلطی کا خاصا امکان رہتا ہے تاہم کوشش کی گئی ہے کہ ان اشخاص کو الگ الگ کر دیا جائے مگر یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ کوشش کس حد تک کامیاب ہے۔

آئندہ صفحات میں زیرِ تعارف خطوط میں سے پہلے، چار مکتوبات کا متن ہے اس کے بعد اُن کا اردو ترجمہ، اور آخر میں متعلقہ حاشیے دیے گئے ہیں۔

عکس تحریر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، وفات ۱۲۹۷ھ

مکتوبات، فارسی متن

(۱)

قبلۂ ارشاد ذریعۂ یوم التناد سلامت، کمترین غلامان غلام ناکام محمد قاسم پس از تسلیمات وادبِ مناسب، عرض پرداز است کہ ہر چند در خویش واقارب راخیر وعافیت است، فقط فرزند اصغر میاں عبدالسمیع نانوتوی ضائع شد۔ لیکن دراطرافِ وطن وہم اطرافِ دھلی وکول مرضِ ہیضہ چنداں بشدت است کہ صدہا مردم دریک یک، و دو، دو روز جاں بجانِ (آفرین) سپردند وی سپارند، درنانوتہ پس از شدتِ بسیار رو بکمی نہاد، بلکہ موقوف شد۔ امّا در تھانہ بھون و گڑھی میاں بھائی خاں بغایت اشتداداست۔ دریں شہر دھلی نیز ایں مرض کارخود میکند۔ امادر پہاڑ گنج زیادتیہاست ودر شہر کم، مگر بحسابِ ما بے نوایاں ایں کمی ہم حکمِ زیادتی دارد۔

دیلشب نوجوانے خوش روٗ و خوش اخلاق، سید زادہ امروھہ، سلطان الدین نام کہ بنامِ حضرت بردستِ احقر بیعت ہم کردہ بود، و پیش مولوی احمد حسن امروہی کہ یکے از احباب احقر اند، و پیش احقر کتب درسیہ با تمام رسانیدہ اند، کتب بالائی میخواندند، دریں مرض جاں بحق تسلیم کردند انا للہ وانا الیہ راجعون! عاداتِ نیکو میداشت و جمعہ و جماعت تامقدور نمیگذاشت، بدعائے اگر اور اہم یاد فرمایند بعید از خدام نوازی نیست کہ آں مرحوم حلقۂ ارادت بغرض ہمچو اغراض، در گوش کردہ بود۔

باقی ہمہ نیاز منداں و خدام و اقاربِ حضرت بفضلہ تعالی ہنوز بخیریت اند اماہر کسے ہراساں، امیدوارِ دعا ہستند۔ زیادہ چہ عرض دارم کہ از سمع خراشی اندیشہ چیں بہ جبیں است، مگر چوں اندیشہ وہم تعدی خویشتن است، رمزے ازاں عرض

کر دن ضرور افتاد۔

اکثر علماء دہلی سوائے مولوی نذیر حسین صاحب فتوی تکفیر ایں نا کارہ دادند، وفتوائے مسجل بمواھیر کردہ دراطراف وجوانب بغرضِ ثبت کر دن مواھیر گردانیدند، اکنوں خبراست کہ آں فتوی بہ عرب شریف ہم خواہد رسیدو باعثِ ارادہ فرستادنِ رسالہ (در) عرب شریف مطالعۂ رسالہ مولانا رحمت اللہ صاحب سلمۂ میدانند کہ بواسطۂ مولانا ایں فتوی مسجل بمواھیر علماءِ عرب شریف نیز خواہد شد، احباب این نواح آرزو جواب کردند، مگر اسلام خودراننگِ کفر دانستہ بجز سکوت جوابے ندادم، و گفتم کہ جوابِ ایں عتاب تکفیر مخالفاں بود، مگر ایں کار نمی توانم کہ اوشاں رابیر دفتر اہلِ ایمانِ زمان میدانم۔

محمد یسین نوشتہ بود کہ مبلغ قرضہ حافظ احمد حسین صاحب تیاراست مگر اہل کاندھلہ تمسک حوالہ نمیکنند، ودریں تاخیر شاید زیانِ ملحوظ نظر داشتہ باشند، چہ می ترسیم کہ اوشاں دیر کنند ودر ہجوم مصارف دست ما بایں ذخیرہ افتد۔

باقی حامل نیاز نامہ از اکابر سادات امروھہ ھستند، بجانب احقر نظرِ عنایت دارند چوں ازیں عنایت عقیدتِ آنحضرت بر آید استحقاق عنایات خدام راست کردہ اند۔

بخدمت جناب حافظ احمد حسین صاحب، وحافظ عبداللہ، مولانا رحمت اللہ، وحاجی سکندر خاں ازمن سلام برسد۔ بخدمت حضرت مخدومہ سلامِ احقر معروض باد۔ مولوی فیض الحسن صاحب از اتفاقات واردِ دھلی اند، بخدمت حضرت قبلہ ارشاد سلام عرض میکنند۔

کمینہ غلامان احقر الزمن احمد حسن عفی عنہ، پس سلامِ غلامانہ عرض میکند کہ عزیز از جانم۔ محمد سلطان الدین مرحوم خواھر زادہ فقیر بود، وہم دخترِ عم حقیقی فقیر بنکاح او آمدہ بود، دو فرزند صغیر سن گذاشتہ حسبۃً للہ بحق آنمرحوم دعاءِ مغفرت فرمایند، واھلیۂ اوو فرزندانِ اُو، او دیگر پس ماندگان اور اہم از دعاء یاد دارند۔

(۲)

قبلۂ حق پرستاں سلامت، کمترین آستانہ روبان سراپا گناہ، روسیاہ، محمد قاسم بے مایہ دین و دنیا، کہ جز تسلیمات درخود پیشکش ندارد۔ پس از عرضِ تسلیمات عرض پرداز است از روزے کہ ہمچو بزرگان خاک ایں دیار، از شرفِ پابوسی خود محروم گردانیدہ اند، سالے نیست کہ بلاءِ تازہ بر سرش از آسمان نمیریزد، وماہے نیست کہ فتنۂ نو، از گرد و غبارش نمی خیزد۔ دریں ولا حال دنیا و دیں ایں دیار ایں است کہ بیماری از ہر طرف در ہجوم، در اطرافِ بریلی از تاثیراتِ ہیضہ جانہا بسیار تلف شدند، و دریں اطراف از کثرت تپ و لرزہ صدہا کس از زندگانی بہ تنگ آمدند، حالِ این قصبہ این است کہ زائد از دو چار کس چناں نہ بر آیند کہ نہ بیمارا ندو نہ بیمار شدہ اند، و ہمچنیں احوالِ رامپور بگوش میرسد، ودر جلال آباد و تھانہ وشاملی و کاندھلہ ہم ہمیں حال است، لیکن میگویند کہ در تھانہ بنسبتِ دیگر قصبات گونہ کمی است، آرے در دیوبند امن و امان است، اگر باشد یک دو کس از پنجاہ کس شاید مبتلاءِ این بلا باشد، ایں سلامت و امن امان آنجا شاید از برکاتِ مدرسہ باشد۔ بالجملہ حالِ دنیوی ایں دیار بطور مشتے نمونہ از خروار این است، تفصیل تا کجا کنم، ورنہ تعدی حکام، ونزاعِ خاص و عام، و گرانیِ اشیاء و افلاسِ روز افزوں شرفا را اگر شمار کنم دفتر کلان گردد۔

و احوال دینی این است کہ سوائے ایں ضلع ہر طرف کہ نظر می افتد پیشوایاں ہم در جنگ، یکے را اگر شیشہ بدست است، دیگرے را دست بر سنگ۔ ظاہراً ہمیں جدال، پیشوایان دنیا را ہم مکدر ساخت۔ سرمایۂ حفظِ بلاء اتباعِ سنت و اتفاقِ امت بود، ایں ہر دو نصیب ما بے نصیباں نیست۔ غرض ازیں سامعہ خراشی ہویں ہمت و دعاءِ شفقت است، باشد کہ بہ یمن برکت و عنایتِ بزرگاں چندے دیگر سکانِ این نواح باسائش گزارند، و ازیں شدتہا کہ احادیث کثیرہ ازاں خبر دادہ روزے چند دیگر بگوشہ عافیت مانند۔ و اگر ایں بلاہا و این فتنہا ظہورِ ہماں اخبار است امیدوار دعاء سلامتی متاع کا ایمان خویشتم، علاوہ ازیں چہ گذارش کنم۔

دو ہزار و دو صد روپیہ کہ دو ہزار ازاں موعود ہمشیرہ راؤ عبدالعزیز خاں است،

ویک صد نذرِ تازہ از طرف عبدالعزیز خاں صاحب بو ساطہ، جناب مخدوم العلماء مولانا احمد علی صاحب سلمہ ربہ و دام فیضہ، دیر است کہ روانہ شدند ۔ و اھلیہ جناب حافظ احمد حسین صاحب انتقال کردند، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ زیادہ ازاں دریں بارہ معلوم نہ شد کہ عرض میکردم ۔ اگر صاحبزادہ میاں مقصود احمد صاحب رسیدند، جملہ کیفیاتِ مرض و تاریخ و ماہِ انتقال عرض خواہند کرد، ورنہ از خطوطِ تھانہ و کاندھلہ اغلب کہ معلوم شود ۔

و مولوی محمد مظہر صاحب از دیر بیمار اند، و نوبتِ ضعف و ناتوانی تا بحدے رسیدہ کہ نماز ہم نشستہ میخوانند وھنوز مرض رازوال نشد ۔ مولوی رشید احمد صاحب راہم شنیدہ ام از روزے چند گہ و بیگاہ بخاری آید، خداوند کریم رحم فرماید ۔ ماموں جمیل الدین صاحب ہم از دیر بیمار اند ۔ و ہمشیرہ کلاں مولوی محمد یعقوب صاحب بیمار شدید اند، تدابیر مختلفہ کردہ شدند، مگر دوائے سود نمی دہد ۔ حکیم ضیاء الدین صاحب بہ اطلاعِ سرسام میاں علاء الدین روز یکشنبہ ہفتہ گذشتہ بہ بھوپال رفتند، مگر امروز مولوی عبدالکریم صاحب رامپوری از رامپور آمدہ بشاملی رفتہ اند، میگفتند کہ دیروز از خطوط بھوپال مژدۂ صحتِ شاں معلوم شد ۔

میاں خلیل الدین صاحب رامپوری اھلیہ خود را دیسال ہمین خود بردند، فاطمہ ہم ہمراہ رفت، غالباً بخیریت باشد ۔ میاں عبداللہ درجِوت بر کارِ خود اند، دیگر نیاز منداں و عقیدت منداں و غلامان جناب بخیریت ہستند، عرضے قابلِ گزارش بتحریر نیامد، عرض میکنم ۔

مولوی محمد منیر صاحب برادر خورد مولوی محمد مظہر صاحب بالائے صفات ذاتیہ خود بہ عقیدت جناب چناں راسخ اند کہ چہ عرض دارم، دریں ولاء بار قرض زیادہ از طاقت شاں برسر شاں افتادہ، وایں طرف خبر تخفیف عہدہ شاں مابہ پریشانی است چوں سبب ایں ہجوم قرض، مروتِ اوشاں است، زیادہ تر حال شاں دل می سوزد، تاحال، حال اوشاں اینست ہر کہ بہر چیزے میفرماید فرمائش او حاضر میکند وکم کسے است کہ باز قیمتش دادہ باشد، اگر بنظرِ ایں محاسن اوشاں بپاداشِ عقیدت و محبت دعائے فرمایند باشد کہ ازیں بلانجات یابند خوفِ آخرت اوشاں رازیادہ ترمی ترساند ۔

گذارش دیگرایں است کہ مولوی نذر اللہ صاحب ابن مولانا محمد رمضان صاحب مرحوم پیشِ احقر خدام وننگ خاندان معذر تہا کردند وفرمودند کہ درحق تو کلمۂ نا مناسب نوشتہ شدہ بود حضرت اعلیٰ نا خوش شدند، باستماعِ این واقعہ بخیال عنایات خدام از مسرت برخود باشیدم، و بنظر ناهنجار خویش و انتساب اوشاں بحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت غوث الثقلین محجوب و نادم گردیدم ۔ المرام اول ایں ناکارہ خود سراپا عیوب است؛ اگر کسے شکایتے نوشت، غلط ہم اگر نوشت غلط نوشت ۔ دویم اولادِ سرور دین و دنیا صلی اللہ علیہ وسلم و حضرتِ غوث الثقلین رامنصب ہر گونہ ناز بر نیاز مندانِ خویشتن است، نظر بریں مجال رو ترش کردن ندارم، واگر اتفاق افتد ہمانا کم ظرفی خود پندارم، لہذا امید وارم کہ اوشاں را بتحریر راضی نامہ شاد کام و معزز فرمایند، و درحق ایں نابکاردعای فرمایند کہ ایں تودہ عیوب من ستارالعیوب، چناں بپوشد کہ باز دیگراں را گنجائش شکایت نماند ۔

منشی فضل حق صاحب حامل ایں عریضہ عنایت فرمائے احقر و سراپا عقیدتِ جناب اند، بایں ہمہ از سادات کرام اند، واز اقارب شیخ ممتاز علی صاحب مرحوم، علاوہ ازیں مرد دیندار وخیر خواہ و دوست مدرسہ ہستند. بحال شاں عنایت اگر شود ۔ میدانم بجائے خود باشد ۔ صاحبزادہ میاں مقصود احمد آرزو کردہ ہمراہ گرفتہ اند، تا ذریعہ توجہ آنمخدوم عالم در حق اوشان گردد ۔ زیادہ عرض کردن گستاخی است ۔

بخدمت حضرت مخدومہ تسلیمات، و بخدمت جناب حافظ احمد حسین صاحب پس از سلام ونیاز مضمونِ تعزیت انتقال اہلیہ معروض باد، بخدمت جناب مولوی رحمت اللہ صاحب، وحافظ عبداللہ صاحب، وحاجی سکندر خاں و میاں سعدی سلام ۔

(۳)

کمینہ غلامان محمد قاسم بعالیخدمت خدام والا مقام حضرت مخدوم انام افاض اللہ فیوضہٗ علی الناس الی یوم القیام، پس از سلام عقیدت التیام عرض پرداز است

حسب ارشاد عالی، سامان روانگی عزیز مقصود احمد بدیں طور کردہ شدہ بود، کہ بہمرہی منشی فضل حق صاحب دیوبندی اوشاں را روانہ کنیم، وایں طرف منشی صاحب بہمرہی و خدمت اوشاں را ذریعہ عنایات مخدوم انام فہمیدہ، ذمہ کش جملہ مصارف و خدمات راہ شدہ بطوع و رغبت بران اوشاں گردیدہ بودند۔ مگر چوں عزیز مذکور بدیوبند رسیدند گریہ وزاری آغاز کردند، و بریں ہم اکتفا نرفت، ناگفتہ حسب عادۃ مستمرہ براجوپور فرار شدند، منشی صاحب و دیگر نیاز منداں رابدیں وجہ چہ تشویشہا وندامتہا (است) کہ بردل نمیگزشت، بالآخر از راجوپور سراغ اوشاں رابر آمد، القصہ در تجس اوشاں آں تاریخ ہم بگذشت کہ بروانگی منشی صاحب معین کردہ بودند، مگر چوں عزیز مذکور را از راجوپور باز آوردند، باز بہماں گریہ وزاری انکار کردند، وایں طرف از تقدیر الہی منشی صاحب تب محرقہ در گرفت، مگر الحمدللہ فضل الہی در کار اوشاں شد، پس از یک ماہ تقریباً باز نوبت بایں رسید کہ قصہ دیرینہ را کہ از سر نو راست کردند مگر ھنوز نہ طاقت سفر است چنانکہ باید، و نہ قوت رفتار و بار برداری۔ چنانکہ شاید اگر ایں راہ، راہِ خداوند عالم نمی بود ہیچکس رائے و مشورہ و اجازتِ سفر نمی داد، مگر شوقِ اوشاں را زائد از حد دیدہ، ہیچکس منع کردن کارے نکرد، لیکن جملہ غلامانِ حضرت مخدوم عالم، مولانا رشید احمد صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب و منشی محمد اسمعیل راجوپوری و حاجی محمد عابد صاحب، و جناب مولوی رفیع الدین صاحب، و مولوی ذوالفقار علی صاحب و دیگراں ہمہ را ہمیں رائے است۔ کہ حال طبیعت مذکو رایں چنیں و کیفیت حال و طاقت منشی صاحب ایں چنیں، اندریں صورت ہرگز مصلحت نیست کہ عزیز مذکورہ را بہمرہی اوشاں کردہ آید۔ اگر خدانخواستہ از راہ فرار شد باز تدبیر چیست؟ نہ منشی صاحب توانا ہستند کہ بدوادوش سراغ اوشاں بر آرند، نہ خادم دیگر ہمراہ است کہ بہرایں کار بر آں حکم کنند، علاوہ بریں وجوہِ دیگر ناگفتہ بہ باعث ایں رائے شد، از منشی صاحب معلوم خواہد شد انشاءاللہ! بایں ہمہ اگر خدام والا مقام راطلب کردنش مرکوز خاطر خواہد بود، سال آئندہ ہم بشرط خیر قریب است انشاءاللہ، سال آئندہ کردہ خواہد شد۔

باقی ہمہ غلامان و نیاز منداں و اقارب حضرت مخدوم انام بدستور بحال خوداند

'دیروز اتفاقاً راؤ امداد علی خاں حامل عریضہ بقصد زیارت حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً و تعظیماً رسیدند، بواسطہ این کمینہ اوشاں حلقہ ارادت بگوش خود کشیدہ اند، اما بے واسطہ ہم آرزو مند شرف بیعت دارند مرد صالح اند۔ زیادہ چہ عرض دارم، اخلاق عمیمہ خود کارساز نیاز مندان و غلامان است۔

بخدمت جناب حافظ احمد حسین صاحب، و حافظ عبد اللہ صاحب و شیخ سعدی، و قاضی بنیاد، مولانا رحمت اللہ اگر یاد ماند از من سلام برسد، عاشق علی شاہ دیوبندی بخدمتِ حضرت مخدوم انام سلام عرض میکند۔

عریضہ کمترین محمد قاسم از دیوبند۔ ۱۴ شوال پنجشنبہ ۱۲۹۳ھ۔

(۴)

کمترین کمترانِ درگاہ والا محمد قاسم بخدمت والا پس از عرض تسلیم سخن بہ نیاز یکہ غلامان راشایاں، عرض پرداز است کہ حاملِ عریضہ مولوی فخرالحسن صاحب نبیرۂ شاہ حسن عسکری صاحب مرحوم، فرزند میاں عبدالرحمن مرحوم بن مولوی حبیب اللہ سہانپوری اند، اکثر کتب منقول و معقول پیشِ احقر مطالعہ کردہ اند ذکی الطبع، قوی الحافظہ اند و بالفعل مدرس مراد آباد کہ مسلمان آں دیار چندہ فراہم کردہ بنا نہادہ اند کار میکردند، بکشش جاذبہ توفیق احرام آں دیار مقدسہ بستہ اند و علاوہ ایں . . . . ہوس دارند۔ گر قبول افتدز ہے عزوشرف۔

باقی احوال ایں نواح از عرائض سابقہ معلوم شدہ باشد، ہم زبانی مولوی صاحب موصوف مفصل معلوم خواہد شد۔ آرے ضروری تحریر ایں است کہ ہمشیرہ بھائی عبد اللہ، اہلیہ عزیزم محمد یسین از دیر گاہ مبتلا امراض است پیشتر بظاہر یاس بود اکنوں گونہ توقع زندگانی است حکیم حسین بخش رام پوری و مولوی محمد یعقوب صاحب معالج اند، تائید دعاء حضرت ایں علاج را کامیاب فرماید۔

والدِ احقر ہفتم ربیع الثانی ازیں جہاں رحلت فرمودند، آرزوی دعاءِ مغفرت اوشاں وہم عفو تقصیرات اوشان دارم، اگر وقتے کلمہ ناشائستہ برزبانِ اوشاں رفتہ باشد

بحکم سادگی وناز برادرانہ رفتہ باشد، ورنہ دل شان مالا مال عقیدت بود خصوصاً دریں آخر عمر که از غایتِ عقیدت گاہے کلام مخاطبانہ و عرض معروض حاضرانہ می کردند۔

حافظ عبدالرحمن صاحب بخیریت اند و بہ تھانہ بھون تشریف می دارند، اغلب که پس از مرور رمضان بہر فروخت حصہ خود تشریف آرند و بحضور مولانا رشید احمد صاحب کہ خاص بہر ہمیں غرض تشریف خواہند آورد، وایں قصہ صورت انفصال گیرد بالفعل بھائی عبداللہ صاحب ارادہ خریدن دارند مگر ہوس دارند کہ از دیگر خریداران قیمت کم دہند، دیدہ باید انجام ایں قصہ چوں می شود۔

باقی حال پریشانم قابل گذارش نیست، اگر عرض کنم بے وجہ موجب ملالِ خدام والا مقام شود، با ینہمہ دانم عنایت عامہ رالازمن ناکارہ ہم دریغ نیست پس چہ حاجت کہ بار بار باستدعاء و دعاء بہ خلل انداز اوقات گرامی شوم۔ آری ایں قدر زیادہ استدعاء می کنم کہ درباره این پریشانی روزگار این بار ایں دعاء زیادہ می باید فرمود کہ بہر طلب رزق پائے ایں ناتواں نہ لغزد، من بر ارادہ و ہمتِ خود ہیچ اعتماد ندارم، بارہا آزمودہ ام، صد بار عہد بستم، و باز بادنیٰ حرکت نفس امارہ واشارہ صاف بشکستم، می ترسم کہ این کم ہمتی بہر رزق پیش دیگران رسوانشود، من کم ہمت و کم یقین، وخداوند کریم بے نیاز، حیرانم معاملہ چوں خواہد شد۔ اگر نظر است بر عنایت حضرت مخدوم نظر است، کاش بتوسل حضرت مخدوم بہر دنیا رسوانشوم۔

بخدمت حافظ عبداللہ صاحب و دیگر خدام و مولانا رحمت اللہ ازیں احقر بشرط یاد سلام واستدعاء دعاء خیر معروض، یک دو تہی بدست حافظ حاجی قادر بخش سہانپوری اگر برسد امید قبول آں دارم۔ بخدمت حضرت مخدومہ سلام احقر پذیرفتہ باشد۔

مکرر عرض ایں است کہ مولوی محی الدین احمد خان فرزند ارجمند نواب شیر علی خان مراد آبادی با احقر ہماں رابطہ دارند کہ مولوی فخرالحسن صاحب مذکور دریشان نیز ہماں شوق دارند کہ اوشاں جوان صالح اند محروم نمانند۔ میاں محمد خلیل گنگوہی فرزند میاں ولی محمد گنگوہی اگرچہ بواسطہ احقر از حلقہ بگوشانِ حضرت مخدوم اند، اما بمرکتے کہ در دستِ خاص باشد موقوف بر عنایت است، وایں جا کجا امید کہ اوشاں

کامیاب شوند۔

مکرر آنکہ از خط مولوی محمد رفیع الدین صاحب و ہم زبانی مولوی فخرالحسن صاحب کہ ہم درین ایام از آں نواح آمدہ بودند معلوم شد، کہ منشی فضل حق صاحب سواری و حجام را تھانہ بھون فرستادہ عزیز مقصوداحمد را دیوبند طلبیدہ بودند، بلحاظ آنکہ مبادا از راہ فرار شوند یک حجام از آنجا بہ معیتِ اوشان کردہ شدہ بود تا اگر احدے را ضرورتے پیش آید و بکار خود رود دیگر بہر نگرانی ماند، در یخجا رسیدہ اجازت راجو پور خواستند مولوی فخرالحسن صاحب می فرمودند، کہ این قصد را بہانہ فرار فہمیدہ منشی صاحب تامل کردند مگر اوشاں بہر ضرورتے بخانہ رفتند، و عزیز مذکور شتافتند، حجام براجو پور فرستادہ شد آنجا رسیدہ و ایشان گفتند می باید رفت، مگر صاف انکار کردند، انجام کار حامد علی خان صاحب گفتند کہ من ہمراہ خود خواہم آورد، القصہ اوشاں عزیز مذکور ہمراہ گرفتہ بدیوبند رسانیدند، مگر عزیز مذکور گریہ وزاری آغاز کرد و گفت دلم پریشان است و ہر گز رفتن سوئے عرب نمی خواہد۔ پس از فہمائش بسیار بر چندے راضی شدند، مگر اہل دانش آنجا باندیشہ فرار از اثناء راہ مشورہ ندادند کہ ہمراہ گیرند، نظر بریں منشی صاحب مجبور شدند واز محرومیِ ایں خدمت متاسف گردیدند، اطلاعاً عرض کردہ شد۔

(ترجمہ مکتوبات)

مکتوب اول

ہدایت کے مرکز اور آخرت کے دن نجات کی ایک علامت، اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ کمترین غلامان محمد قاسم سلام اور مناسب آداب کی بجا آوری کے بعد عرض کرتا ہے کہ اگرچہ خاندان اور اعزا میں خیریت و عافیت ہے صرف میاں عبدالسمیع نانوتوی کا چھوٹا بیٹا (وبا میں) ضائع ہو گیا (انتقال کر گیا) لیکن وطن کے آس پاس نیز دہلی کے قرب و جوار اور کول (علی گڑھ) میں ہیضہ کی ایسی زیادتی ہے کہ سیکڑوں اشخاص ایک ایک دو دو دن میں جان، جانِ آفریں کے حوالے کر رہے ہیں۔ نانوتہ میں بہت شدت کے بعد کچھ کمی ہو چلی ہے بلکہ (وبا) ختم ہو گئی ہے مگر تھانہ بھون اور گڑھی میاں بھائی خان میں نہایت زور ہے، اس شہر دہلی میں بھی یہ مرض اپنا کام کر رہا ہے مگر علاقہ پہاڑ گنج میں نہیں ہے، شہر میں کچھ کم ہے مگر ہم غریبوں کے لیے یہ کمی بھی زیادتی کا حکم رکھتی ہے۔

کل رات ایک خوبصورت، خوش اخلاق نوجوان امروہہ کے خاندانِ سادات کا فرد سلطان الدین (۱) نام، جس نے حضرت کے نام سے میرے ہاتھ پر بیعت بھی کی ہوئی تھی اور مولوی احمد حسن امروہوی (۲) کے سامنے، جو احقر کے احباب میں سے ایک ہیں اور احقر کے سامنے درسی کتابیں پوری کر لی تھیں، اوپر کی کتابیں پڑھتا تھا، اس مرض میں جاں بحق ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ نوجوان اچھی عادات و اطوار کا مالک تھا، جمعہ اور جماعت میں حتی الامکان کوتاہی نہیں کرتا تھا اگر اس کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد فرمالیں خدام نوازی سے بعید نہیں۔ کیونکہ اس مرحوم نے ارادۂ بیعت کا رشتہ ایسی ہی اغراض کی وجہ سے کیا تھا۔

اس کے علاوہ حضرت کے سب نیاز مند، خادم اور عزیز، اللہ کے فضل و

کرم سے خیریت سے ہیں مگر تمام اشخاص حیران اور دعا کے امیدوار ہیں۔ زیادہ کیا عرض کروں کہ سمع خراشی سے ناگواریِ خاطر کا ڈر ہے، مگر کیونکہ یہ بھی ڈر ہے اور اپنے اوپر ظلم ہے اسی لیے اس کا کچھ نہ کچھ ذکر کرنا ضروری ہے۔

دہلی کے اکثر علماء نے (مولانا نذیر حسین (۳) محدث کے علاوہ) اس ناکارہ کے کفر کا فتویٰ دیا ہے (۴) اور فتویٰ پر مہریں کرا کر علاقے میں اِدھر اُدھر مزید مہریں لگوانے کے لیے بھیج دیا ہے اب یہ خبر ہے کہ وہ فتویٰ عن قریب عرب شریف بھی پہنچے گا اس رسالے کے عرب شریف بھیجنے کا ایک مقصد یہ سمجھتے ہیں کہ مولانا رحمت اللہ (۵) اس کا مطالعہ فرمائیں اور ان کے ذریعہ سے عرب شریف کے علماء کی مہریں بھی اس فتوے پر ہو جائیں، اس علاقے کے احباب جواب کی امید کر رہے ہیں مگر میں نے اپنے اسلام کو ننگِ کفر سمجھ کر خاموشی کے علاوہ کوئی جواب نہیں دیا، اور میں نے کہہ دیا کہ اس جواب میں انھیں کی تکفیر ہوگی مگر یہ مجھ سے نہ ہو گا کیونکہ میں ان (لوگوں) کو اس زمانے کے اہلِ ایمان کا رہنما جانتا ہوں۔

محمد یاسین (۶) نے لکھا تھا کہ احمد حسین کے قرض کی رقم تیار ہے مگر کاندھلے والے (۷) اس کی دستاویز نہیں دے رہے ہیں اور اس تاخیر میں شاید ہمارے نقصان کی امید رکھتے ہونگے۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ لوگ دیر کریں اور اخراجات کی زیادتی کی وجہ سے میرا ہاتھ اس رقم پر پڑ جائے اور یہ خرچ ہو جائے۔

حاملِ عریضہ امروہہ کے ممتاز سادات میں سے ہیں، احقر کی جانب عنایت کی نظر رکھتے ہیں اسی عنایت کی وجہ سے حضرت والا کی عقیدت ظاہر ہوتی ہے، لہذا حضرت والا کی نظر کرم کے مستحق ہیں۔ حافظ احمد حسین (۸) کی خدمت میں حافظ عبداللہ (۹) مولانا رحمت اللہ، حاجی سکندر خان کی طرف سے سلام پہنچے اور مخدومہ پیرانی کی خدمت میں احقر کا سلام بھی عرض ہے۔ مولوی فیض الحسن (۱۰) اتفاق سے دہلی آئے ہوئے ہیں حضرت کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہیں۔

کمینہ احقر زماں، احمد حسن عفی عنہ سلام و کلام کے بعد عرض کرتا ہے کہ عزیز از جان محمد سلطان میرا بھانجہ تھا اور میرے حقیقی چچا کی دختر اُن کے نکاح

میں تھی دو چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں۔ اس مرحوم کے لیے مغفرت کی دعا فرمائیں۔ اس کی اہلیہ، بچوں اور پس ماندگان کو بھی دعا میں یاد رکھیں۔

مکتوب دوم

قبلۂ حق پرستاں! اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے، آستانۂ عالی کے کمترین خادموں میں سے ایک روسیاہ محمد قاسم، دین و دنیا سے بے نصیب، کہ جو سلام کے علاوہ کوئی چیز پیش کرنے کے لائق نہیں رکھتا، سلام کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس دن سے جب کہ آپ ایسے بزرگوں نے اس علاقہ کی مٹی کو اپنے قدم چومنے (کی سعادت) سے محروم کیا ہے۔ کوئی سال ایسا نہیں گذرا کہ (ہمارے) سر پر آسمان سے کوئی نئی آفت نازل نہ ہوئی ہو، اور کوئی مہینہ ایسا نہیں جس میں کسی نئے فتنہ کا گرد و غبار نہ اٹھتا ہو۔

اِس وقت اِس علاقہ کا دین و دنیا کا حال یہ ہے کہ بیماری ہر طرف سے ہجوم کیے ہوئے ہے، بریلی کے اطراف میں ہیضہ کے اثر سے بے شمار جانیں ضائع ہو گئی ہیں۔ اور (ہمارے) اس علاقہ میں تپ و لرزہ کی زیادتی کی وجہ سے لوگ زندگی سے عاجز آگئے ہیں۔ اس قصبہ (نانوتہ) کا حال یہ ہے کہ دو چار آدمی بھی ایسے نہ نکلیں گے جو نہ بیمار ہوں اور نہ بیمار ہوئے ہوں۔ رام پور کا بھی ایسا ہی حال کانوں میں پڑا ہے اور جلال آباد اور تھانہ بھون اور شاملی نیز کاندھلہ کا بھی یہی حال ہے۔ لیکن کہتے ہیں کہ تھانہ بھون میں اور قصبات کی نسبت کچھ کمی ہے مگر دیوبند میں امن و امان ہے اگر ہوں گے تو پچاس میں سے ایک دو شخص اس میں شاید مبتلا ہوں یہ سلامتی اور امن و امان (غالباً) مدرسہ (۱۱) کی برکت سے ہوگا۔ بہر صورت یہ اِس علاقہ کا دنیاوی حال ہے۔ جو بہت مختصر بطور مشتے از خروارے ہے تفصیل کہاں تک لکھوں۔

ورنہ حکام کا ظلم، عوام و خواص کے جھگڑے، سامان ضروری کی مہنگائی

اور شرفاء کی روز افزوں غربت کا اگر تذکرہ کروں تو (یہ خط) ایک بڑا دفتر ہو جائے گا۔

اور دینی حالات یہ ہیں کہ اس ضلع کے علاوہ جس طرف بھی نظر جاتی ہے۔ سب (دینی رہنما) جنگ و جدال میں مشغول ہیں، ایک کے ہاتھ میں شیشہ ہے تو دوسرے کے ہاتھ میں پتھر ہے، بہ ظاہر اسی لڑائی نے دنیاوی رہنماؤں کو بھی بے کیف کر دیا۔ (سَب) بلاؤں سے حفاظت کا ذریعہ اتباعِ سنت اور امّت کا اتفاق و اتحاد ہے اور یہ دونوں نعمتیں ہم بد نصیبوں کی قسمت میں نہیں۔ اس سمع خراشی کا مقصد ہمت و حوصلہ (اتباعِ سنت) کی آرزو اور حضرت والا سے دعا کی تمنا ہے ممکن ہے کہ بزرگوں کی برکت اور عنایات کے طفیل میں، اس علاقہ کے افراد کچھ اور دن آرام سے گزار لیں، اور ان سختیوں سے کہ جن کی بہت سی احادیث میں اطلاع دی گئی ہے اور کچھ دن گوشہء عافیت میں بسر کر لیں، اور اگر یہ آفتیں اور یہ فتنے انہی احادیث کا شریفہ کا ظہور ہیں تو میں (اپنے اور سب مسلمانوں کے) سرمایہء ایمان کی عافیت کی دعاؤں کا خواستگار ہوں، اس کے علاوہ اور کیا گذارش کروں ــــــ

دو ہزار دو سو روپے جس میں سے دو ہزار روپے ہمشیرہ راؤ عبدالعزیز کے وعدہ کے ہیں اور ایک سو روپے عبدالعزیز خاں صاحب کی جانب سے تازہ نذر ہے۔ مخدوم العلماء مولانا احمد علی صاحب (۱۲) اللہ تعالیٰ اُنھیں سلامت رکھے اور ان کا فیض جاری رہے عرصہ ہوا روانہ ہو چکے ہیں۔

اور اہلیہ جناب حافظ احمد حسین صاحب انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ــــــ اس سلسلہ میں زیادہ معلومات نہیں ہوئیں جو عرض کر سکتا، اگر صاحبزادہ میاں مقصود احمد صاحب (۱۳) پہنچیں گے سب حالاتِ مرض اور تاریخ و ماہِ انتقال عرضِ خدمت کر دیں گے، ورنہ امید ہے کہ تھانہ بھون اور کاندھلہ کے خطوط سے معلوم ہو جائے گا ــــــ

مولوی مظہر صاحب (۱۴) دیر سے بیمار ہیں اور ضعف و کمزوری کا حال یہاں تک ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں اور ابھی تک مرض زائل نہیں ہوا، مولوی رشید احمد (۱۵) کے لیے بھی میں نے سنا ہے کہ چند دن سے بخار آرہا ہے اللہ تعالیٰ کریم

رحم فرمائے۔ ماموں جمیل الدین صاحب (۱۶) بھی دیر سے بیمار ہیں، اور مولوی محمد یعقوب صاحب کی بڑی بہن (۱۷) بھی سخت بیمار ہیں مختلف تدبیریں کی گئیں مگر کوئی دوا مفید نہیں ہوئی۔

حکیم ضیاء الدین صاحب (۱۸) میاں علاء الدین (۱۹) کی سرسام کی اطلاع پر گذشتہ ہفتہ شنبہ کو بھوپال گئے مگر آج مولوی عبدالکریم رام پوری (۲۰) رام پور سے آئے اور شاملی گئے، کہتے تھے کہ کل بھوپال کے (آئے ہوئے) خطوط سے ان کی صحت یابی کی خوش خبری ملی ہے۔ میاں خلیل الدین صاحب رام پوری' اہلیہ کو اس سال اپنے ساتھ لے گئے ہیں، فاطمہ (۲۱) بھی ان کے ساتھ چلی گئی امید ہے خیریت سے ہوگی، میاں عبد اللہ بڑوت میں اپنے کام پر ہیں، دیگر عقیدت مند اور نیاز مند و غلامانِ جناب خیریت سے ہیں، کوئی بات لائق تحریر نہیں ہے جو عرض کروں۔

مولوی محمد منیر صاحب (۲۲) مولوی مظہر کے چھوٹے بھائی اپنے ذاتی اوصاف کے علاوہ جناب والا کی عقیدت دل میں ایسی راسخ رکھتے ہیں کہ کیا عرض کروں۔ اس وقت ان کے سر پر ان کی حیثیت سے زائد قرض کا بوجھ پڑ گیا ہے، اور ادھر ان کے عہدہ میں تخفیف کی وجہ سے ہمیں پریشانی ہے، کیونکہ اس ہجومِ قرض کی وجہ ان کی مروت ہے، اکثر ان کی پریشانی کی وجہ سے دل افسردہ رہتا ہے، اور اب تک ان کا حال یہ ہے کہ جو شخص بھی جس چیز کی فرمائش کرے وہ اس کی فرمائش کی چیز لا دیتے ہیں اور کم لوگ ہیں جو اس کی قیمت دیتے ہوں، اگر ان خوبیوں کی وجہ سے، اور حضرت والا سے عقیدت و محبت کے سبب، ان کے لیے دعا فرما دیں ہو سکتا ہے کہ وہ اس مصیبت سے نجات پالیں، ان کو آخرت (میں پرسش) کا ڈر زیادہ پریشان کرتا ہے۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ مولوی نذر اللہ خلف مولانا محمد رمضان صاحب (۲۳) (آنجناب کے) اس حقیر خادم اور ننگِ خاندان کے سامنے بہت معذرت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ (میں نے) تیرے متعلق نامناسب الفاظ لکھ دیے تھے حضرت والا (حاجی صاحب) ناراض ہو گئے، یہ بات سن کر مسرت کی وجہ سے میں بے خود ہو گیا اور اپنی نالائقی کو دیکھتے ہوئے اور ان کی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

اور حضرت غوث الثقلین سے نسبت کی وجہ سے نادم و شرمسار ہو گیا ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ اول تو یہ ناکارہ خود سراپا عیوب ہے، اگر کسی نے شکایت لکھی، غلط بھی اگر لکھی تو غلط نہیں لکھی۔ دوسرے یہ کہ پہلے تو سرورِ دین و دنیا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک امتیاز اپنے نیاز مندوں پر کس قدر ناز فرمانا ہے اس چیز پر نظر کرتے ہوئے (مولوی نذر اللہ صاحب سے) ترش روئی کی جرأت نہیں ہوتی اور اگر اتفاقاً ہو جائے تو اس کو اپنی کم ظرفی سمجھتا ہوں۔ لہٰذا امیدوار ہوں کہ ان کو راضی نامہ تحریر فرما کر مسرور و معزز فرمائیں، اور اس نالائق کے لیے دعا فرمائیں کہ (میرے) عیوب کا انبار حق تعالیٰ اُس طرح چھپالے کہ پھر کسی اور کو شکایت کی گنجائش نہ باقی رہے۔

پرتو روہیلہ

حاملِ عریضہ منشی فضل حق (۲۴) احقر کے کرم فرما اور جناب والا کے نہایت عقیدت مند ہیں، مزید یہ کہ سادات کرام میں سے ہیں، اور شیخ ممتاز علی مرحوم کے رشتہ داروں میں سے ہیں، نیز دین دار شخص اور مدرسہ کے ہمدرد ہیں، ان کے حال پر عنایت ہو جائے، میں ان کو اپنی جگہ سمجھتا ہوں، (انھوں نے) صاحبزادہ میاں مقصود احمد کو اصرار کر کے ساتھ لیا ہے تا کہ ان کے ذریعہ سے مخدوم عالم کی توجہ (منشی صاحب پر) ہو جائے زیادہ عرض کرنا گستاخی ہے۔ حضرت (اہلیہ محترمہ) کی خدمت میں سلام مسنون، اور حافظ احمد حسین سے سلام و نیاز کے بعد اہلیہ کی وفات پر تعزیت فرمادیں، مولانا رحمت اللہ صاحب کی خدمت میں، حافظ عبد اللہ صاحب سے، اور حاجی سکندر خاں اور میاں سعدی (۲۵) سے سلام مسنون۔

مکتوب سوم

غلاموں میں سے نالائق غلام محمد قاسم (مرشد والامقام) مخدوم جہاں سے (اللہ تعالیٰ اُن کے فیوض سے قیامت تک لوگوں کو مستفید فرمائے) نہایت مخلصانہ سلام کے بعد عرض پرداز ہے کہ جناب والا کی ہدایت کے مطابق عزیز مقصود احمد

کے (یہاں سے) روانہ کرنے کا اس طرح انتظام کیا تھا کہ ان کو منشی فضل حق دیوبندی کے ساتھ بھیج دیں، اور منشی صاحب بھی مقصود احمد کی رفاقت اور اس کی خدمت کو جناب والا کی عنایات (مزید) کا ذریعہ سمجھ کر ان کے سب خرچ، راستہ کے جملہ اخراجات اور ضروریات کا (اپنی جانب سے) انتظام کرنے کے لیے نہایت خوشی اور شوق کے ساتھ تیار ہو گئے تھے، مگر جب عزیز مذکور کو دیوبند پہنچایا گیا اس نے رونا دھونا شروع کر دیا اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اپنی پرانی بری عادت کے مطابق راجوپور بھاگ گئے، منشی صاحب اور دوسرے نیاز مندوں کو اس کی وجہ سے جو فکر و پریشانی اور شرمندگی کا غیر معمولی احساس ہوا وہ ناقابل بیان ہے۔ بالآخر راجوپور سے اس کا پتہ ملا، قصہ مختصر اس کی تلاش میں وہ تاریخ گذر گئی جس میں منشی صاحب کی روانگی طے کی گئی تھی، مگر جب عزیزِ مذکور راجوپور سے واپس آئے پھر وہی رونا چلانا شروع کر دیا، اور ادھر قسمت سے منشی صاحب میعادی بخار میں مبتلا ہو گئے، مگر اللہ کا شکر ہے کہ ان پر فضلِ الٰہی ہوا (اور وہ صحت یاب ہو گئے) پھر تقریباً ایک مہینہ کے بعد اس قصہ کو نئے سرے سے تازہ کیا گیا، مگر ان میں ابھی ایسی طاقت و قوت نہیں ہے جیسی سفر کے لیے چاہیے، نہ چلنے کی طاقت ہے نہ سامان اور بوجھ لدوانے کی ہمت (ان کا ایسا کمزور حال ہے کہ) اگر یہ سفر اُس مبارک منزل کا نہ ہوتا تو شاید ایک شخص بھی ان کو اس سفر کی اجازت اور مشورہ نہ دیتا، مگر ان کا شوقِ سفر حد سے زیادہ نظر آتا ہے اس لیے کسی نے ان کو سفر سے منع نہیں کیا۔ لیکن حضرت والا کے سب غلام مولانا رشید احمد صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب (۲۶)، منشی محمد اسمعیل راجوپوری، حاجی محمد عابد صاحب (۲۷)، جناب مولوی رفیع الدین صاحب (۲۸) اور مولوی ذوالفقار علی صاحب (۲۹) اور دوسرے صاحبان، سب کی یہی رائے ہے کہ مقصود احمد کا یہ چلن ہے اور (منشی صاحب کی) طبیعت کا یہ حال ہے اس صورت میں ہرگز یہ مناسب نہیں ہے کہ عزیز مذکور (مقصود احمد) کو ان کے ساتھ کیا جائے۔ اللہ نہ کرے اگر راستہ میں کہیں فرار ہو گیا پھر کیا تدبیر ہو گی؟ نہ منشی صاحب تندرست ہیں کہ بھاگ دوڑ کر کے اس کا سراغ نکالیں، نہ کوئی اور خدمت گار ساتھ ہے جس کو

اس کام کے لیے کہہ سکیں، اس کے علاوہ کچھ اور وجوہات ہیں جن کا ذکر (یہاں
مناسب نہیں، جو منشی صاحب سے معلوم ہو جائیں گی، اس وجہ سے یہ رائے ہوئی
ہے کہ مقصود احمد کو ان کے ساتھ نہ بھیجا جائے ـــــ اس سب کے باوجود اگر
حضرت عالی کا مقصود احمد کو مکہ مکرمہ بلوانے کا خیال ہے (اللہ خیریت رکھے) آنے
والا سال (موسم حج) قریب ہی ہے انشاء اللہ آئندہ سال بھیج دیا جائے گا۔

باقی حضرت مخدوم جہاں کے سب خادم و نیاز مند اور جملہ اعزہ حسب سابق
اور اپنے اپنے حال کے مطابق ہیں۔ کل گذشتہ اتفاق سے حاملِ عریضہ راؤ امداد علی
خاں زیارتِ حرمین شریفین کے ارادہ سے پہونچے وہ اس ناچیز کے ذریعہ سے
حضرت والا کے زمرۂ نیاز مند ان میں شامل ہیں (اب وہ) حضرت والا سے بلا واسطہ
بھی بیعت سے مشرف ہونا چاہتے ہیں۔ نیک آدمی ہیں، زیادہ کیا عرض کروں کہ
جناب والا کے اخلاق عالیہ خود ہی خادموں اور نیاز مندوں کی مدد (راہنمائی) فرماتے
ہیں۔

جناب حافظ احمد حسین کی خدمت میں، حافظ عبد اللہ صاحب سے، شیخ
سعدی سے، قاضی بنیاد سے، مولانا رحمت اللہ صاحب سے اگر یاد رہے میری جانب
سے سلام پہونچے۔ عاشق علی شاہ (۳۰) دیوبندی حضرت والا کی خدمت میں سلام
عرض کرتے ہیں۔

عریضہ کمترین محمد قاسم از دیوبند۔ ۱۴ شوال پنجشنبہ ۱۲۹۲ھ (۲ نومبر ۱۸۷۶ء)

مکتوب چہارم

کمتر لوگوں میں سے سب سے بے حقیقت، محمد قاسم وہ سلام عرض
کرنے کے بعد جو غلاموں کے مناسب ہے، کہتا ہے کہ یہ خط لانے والے مولوی
فخر الحسن (۳۱) (نبیرہ شاہ حسن عسکری مرحوم) (۳۲) فرزند میاں عبد الرحمن مرحوم بن
مولوی حبیب اللہ سہارنپوری ہیں۔ (انھوں نے) منقول و معقول کی اکثر کتابیں

مجھ سے پڑھی ہیں طبیعت کے فہیم اور قوی الحافظہ ہیں، اور اس وقت مراداباد کے مدرسہ (۳۳) میں جس کو اس علاقہ کے مسلمانوں نے چندہ کر کے بنایا ہے مدرس ہیں (زیارت حرمین کی) جذب و کشش کی وجہ سے اس دیار مقدس کا احرام باندھنے کی توفیق ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت والا کی زیارت اور بیعت کا شوق رکھتے ہیں، اگر قبول فرمالیں تو کیا ہی بہتر ہو، یہاں کا مزید حال پچھلے خطوط سے معلوم ہو گیا ہو گا مولوی فخر الحسن صاحب کی زبانی بھی مفصل معلوم ہو گا، مگر ضروری تحریر یہ ہے کہ بھائی عبد اللہ کی ہمشیرہ عزیزم محمد یاسین کی اہلیہ (۳۴) بہت دنوں سے (مختلف) امراض میں مبتلا ہیں اس وقت زندگی کی کچھ امید ہوئی ہے حکیم حسین بخش رام پوری اور مولوی محمد یعقوب علاج کر رہے ہیں، دل چاہتا ہے کہ حضرت کی دعا کی مدد اس علاج کو کامیاب فرمادے۔

میرے والد ماجد (۳۵) نے، ربیع الثانی ۱۲۹۲ھ دو شنبہ (۲۱ مارچ ۱۸۷۵ء) کو اس دنیا سے رحلت فرمائی، ان کے لیے مغفرت کی دعا اور ان کی غلطیوں کی معافی کی درخواست ہے، اگر ان کی زبان پر کس وقت کوئی نامناسب بات آگئی ہو تو وہ ان کی سادگی اور جناب والا سے ناز برادرانہ تعلقات کی وجہ سے آئی ہو گی، ورنہ ان کا دل حضرت والا کی عقیدت سے لبریز تھا، خصوصاً اس آخر عمر میں بعض گفتگو اس طرح کرتے تھے جیسے (حضرت والا) سے باتیں کر رہے ہوں۔

حافظ عبد الرحمن خیریت سے ہیں تھانہ بھون میں تشریف رکھتے ہیں، غالب گمان یہ ہے کہ رمضان المبارک گذرنے کے بعد اپنا حصہ فروخت کرنے کے لیے تشریف لائیں، اور مولانا رشید احمد کے سامنے اسی مقصد سے آئیں گے کہ یہ معاملہ نمٹ جائے، فی الوقت بھائی عبد اللہ اس کے خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں مگر چاہتے ہیں کہ اور خریداروں سے کم قیمت لگائیں، دیکھئے اس قصہ کا کیا انجام ہوتا ہے۔

اور میرا دگر گوں حال لائق اظہار و بیان نہیں ہے، اگر عرض کروں بلا وجہ حضرت والا کے رنج و ملال کا سبب بنے گا اس کے باوجود (یہ بھی) جانتا ہوں کہ جناب والا کے عام لطف و کرم سے محروم نہیں ہوں لہذا کیا ضرورت ہے کہ بار بار دعاء و ہمت کی درخواست کر کے جناب والا کے اوقات اور مصروفیات میں خلل

ڈالوں - مگر اس قدر درخواست ضرور کرتا ہوں کہ اس ناچیز پریشان روزگار کے لیے اس مرتبہ یہ دعا (اپنے معمولات میں) اضافہ فرمالیں کہ اس ناچیز کے قدم روزی کی طلب میں سرگرداں نہ ہوں، میں اپنے ارادہ اور ہمت پر قطعاً بھروسہ نہیں رکھتا، بارہا تجربہ کیا ہے، سینکڑوں مرتبہ پختہ ارادہ باندھا ہے، مگر ہر مرتبہ نفس بدراہ کے اشارہ پر اس کو بالکل توڑ دیا ہے - ڈرتا ہوں کہ یہ ناچیز معاش کی تلاش میں دوسروں کے سامنے رُسوا نہ ہو جائے - میں کم ہمت کمزور یقین والا، اور اللہ تعالے بے نیاز، سوچتا ہوں معاملہ کس طرح (حل) ہوگا، اگر نگاہ ہے تو حضرت کی توجہ (اور دعا) پر نگاہ ہے، کاش حضرت والا کی برکت سے دنیا میں رسوا نہ ہوں -

حافظ عبداللہ صاحب اور دیگر خدام کی خدمت میں نیز مولانا رحمت اللہ صاحب سے بشرطے کہ یاد رہے سلام مسنون اور دعاءِ خیر کی درخواست ہے -

ایک دو تہی حاجی حافظ قادر بخش صاحب سہارنپوری (۲۶) کے ہاتھ ارسال خدمت ہے، اگر پہونچ جائے تو اس کے قبول فرمانے کی امید رکھتا ہوں، مخدومہ محترمہ کی خدمت میں احقر کا سلام قبول ہو -

مکرر عرض یہ ہے کہ مولوی محی الدین احمد خان (۲۷) فرزند ارجمند نواب شیر علی خاں مراد آبادی احقر سے وہی تعلق رکھتے ہیں جو مولوی فخر الحسن مذکورہ رکھتے ہیں، اور وہ بھی حضرت والا سے بیعت اور استفادہ کا شوق رکھتے ہیں، اور جوان صالح ہیں ان کو بھی محروم نہ فرمائیں - میاں محمد خلیل گنگوہی خلف میاں ولی محمد گنگوہی اگرچہ ناچیز کے توسط سے حضرت والا کے حلقہ بگوش ہیں، مگر جو برکت خود حضرت کے مبارک ہاتھ میں ہے وہ حضرت کی خاص توجہ پر موقوف ہے، یہاں ایسی کہاں امید ہے کہ وہ کامیاب ہوں -

نیز یہ کہ مولوی رفیع الدین کے خط سے اور مولوی فخر الحسن کی زبانی جو ابھی حال میں اس طرف سے آئے ہیں، معلوم ہوا کہ منشی فضل حق نے سواری اور ایک حجام کو تھانہ بھون بھیجا تھا اور عزیز مقصود احمد کو دیوبند طلب کیا تھا، اس ڈر سے کہ راستہ میں سے فرار نہ ہو جائے ایک حجام کو وہاں سے بھی ساتھ کر دیا تھا تاکہ اگر ایک کو کچھ ضرورت پیش آئے یا اپنے کام سے جائے تو دوسرا نگرانی کے

لیے موجود رہے، (مقصود احمد نے) یہاں پہونچ کر راجو پور (جانے) کی اجازت چاہی مولوی فخرالحسن فرماتے تھے کہ اس خیال کو بھاگنے کا بہانہ سمجھ کر منشی صاحب نے تامل کیا مگر (ادھر) منشی صاحب اپنی کسی ضرورت سے گھر میں گئے ادھر وہ (مقصود احمد) فرار ہو گئے، حجام کو راجو پور بھیجا گیا اس نے وہاں پہونچ کر مقصود احمد سے چلنے کے لیے کہا مگر مقصود احمد نے صاف انکار کر دیا۔ حامد علی خان کہتے تھے کہ میں اپنے ساتھ لے کر آؤں گا۔ چنانچہ وہ عزیز مذکور کو لے کر دیوبند آئے، مگر عزیز مذکور نے (حسب معمول) رونا چلانا شروع کر دیا کہ میرا دل پریشان ہے اور میں ہرگز عرب نہ جاؤں گا، مگر بہت کچھ سمجھانے سے کسی قدر آمادہ ہوا ہے لیکن بعض سمجھدار اس کے راستہ سے بھاگ جانے کے ڈر سے اس کو ساتھ لے جانے کا مشورہ نہیں دے رہے، لہذا منشی صاحب مجبور ہو گئے، ان کو بے حد افسوس ہے کہ وہ یہ خدمت انجام دینے سے قاصر رہے۔

الحمد لله بكمال المحبة والصلوة على حبيبه محمد احب الاحبة وعلى آله ومن صحبه واحبه اما بعد فيقول العبد المسكين محمد رفيع الدين الحقه الله بسلفه الصالحين ان المحبة وصف شريف وحال لطيف فهي بنفسها لذيذة في الوجدان غاية اللذة وهي ناشئة عن كمال باهر في المحبوب وكاشفة عن اندماج شرفاء من ذلك الكمال في المحب ومنبئة عن بلوغ معرفته الى ذلك الكمال من حيث هو كمال وهي اذا وافت محلها ووقعت على اهلها بسبب لعدة مراتب اقترانية والصفاء فكرة وجودة روية ولتهذيب كثير من الاخلاق الفاضلة ولمباشرة جميع من الاعمال الصالحة ولوثاقة جملة من الروابط النافعة في الدنيا والاخرة واذا صادفت غير محلها ووقعت على غير اهلها فهي مدخل جم من الفتن الدنيية

اسرار المحبة —— حضرت شاہ رفیع الدین کا ایک صفحہ

(عطیہ مولانا قاضی محمد اطہر مبارک پوری)

(حواشی مکتوبات قاسمی)

۱۔ سلطان الدین | حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ایک گم نام شاگرد مولوی سلطان الدین خلف پیر وجیہ الدین بن پیر کمال الدین رضوی امروہوی، شاہ ابن امروہوی کی اولاد میں تھے، خورجہ میں اپنے ماموں مولانا احمد حسن امروہوی سے تعلیم حاصل کی، تعلیم کی تکمیل حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے کی، اور تعلیم کے بعد اصلاح و تربیت کیلئے مولانا کی خدمت میں حاضر رہے، دہلی کے زمانہ قیام میں اچانک ہیضہ میں مبتلا ہوئے وہیں وفات پائی۔ حضرت نانوتوی، مولانا صدیق احمد مراد آبادی کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"سلطان الدین مرحوم بہ شب یکم شعبان دریں مرضِ مہلک پس از چار پاس یا زائد، جاں بجانِ آخریں سپرد، و داغ بدلِ اقارب و احباب خصوصاً مولوی احمد حسن بگذاشت، حال زارِ اوشاں آں روزچہ گویم چہ بود، ہم چنیں حافظ عبدالغنی، بربسترِ غم می طپیدند۔"

"سلطان الدین مرحوم نے یکم شعبان کی رات میں، اس مرض مہلک میں چار گھڑی رات یا اس سے زائد کچھ وقت گذرنے کے بعد اپنی جان جانِ آخریں کے سپرد کی، اور اعزہ و احباب خصوصا مولوی احمد حسن کے دل پر داغ (فرقت) چھوڑا، میں ان کا (مولانا احمد حسن امروہوی) اس دن کا حال زار کیا کہوں، کیسا تھا، اسی طرح حافظ عبدالغنی (پھلاودہ) بھی بستر غم پر تڑپ رہے تھے۔" (ترجمہ نورالحسن راشد) مکتوب حضرت مولانا نانوتوی، بنام مولانا صدیق احمد و مولانا شمس الدین مراد آبادی ـــــ از مضمون مولانا نسیم احمد فریدی، ماہنامہ الفرقان لکھنؤ ص ۲۶ مارچ ۱۹۷۶ء ـــ مولانا فریدی نے لکھا ہے کہ مولانا سلطان حسن کی دیوبند میں وفات

ہوئی یہ اطلاع صحیح نہیں، مولانا نانوتوی کے حضرت حاجی صاحب کے نام زیر مطالعہ خط سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ دہلی سے لکھا گیا ہے اور وہیں مولوی سلطان کی وفات ہوئی۔

حضرت مولانا نانوتوی کے خط بنام مولانا صدیق احمد مراد آبادی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وبا میں حضرت مولانا کے صاحبزادے (مولانا) حافظ احمد بھی موت کے دروازے سے واپس آئے تھے۔

چونکہ مولوی سلطان الدین آغاز نوجوانی میں انتقال کر گئے تھے اس لیے ان کے خاندان میں بھی ان کے متعلق مزید معلومات دریافت نہیں۔ جناب خورشید مصطفی رضوی نے شاہ ابن امروہوی اور ان کے اخلاف اور خاندان کی مفصل تاریخ "تذکرہ بدرِ چشت" میں مولوی سلطان الدین کا ضمناً ذکر کیا ہے۔ مولوی سلطان الدین کے ایک بیٹے امیر حسن تھے، امیر حسن کے فرزند ابن حسن (وفات ۱۹۴۵ء) تھے اور ان کے چار بیٹے ہیں، فخر الحسن، گل حسن، اختر حسن، شمس الحسن،
(از مکتوب جناب خورشید مصطفی رضوی، بنام راقم سطور نور الحسن راشد مکتوبہ ۱۵-۹-۱۹۹۵ء۔)

مولوی سلطان الدین کے لیے نیز ملاحظہ ہو: مکتوبات سید العلماء (مولانا احمد حسن امروہوی) مرتبہ مولانا نسیم احمد فریدی امروہی، حاشیہ ص ۱۱۱ (امروہہ: ۱۴۱۰ھ) و کتاب مذکور صفحات ۱۰۴، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۲، ۱۱۳۔

۲۳۔ مولانا احمد حسن امروہوی: خلف اکبر حسین رضوی امروہوی از اخلاف شاہ ابن امروہوی، ۱۲۶۷ھ (۱۸۵۰ء) میں تولد ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں پائی، بعد میں مختلف بڑے علماء اور اہلِ کمال سے استفادہ کیا۔ معقولات و منقولات میں مولانا محمد قاسم کے دریائے کمال سے فیضیاب ہوئے اور اس عہد کے ممتاز محدثین حضرت شاہ عبدالغنی مجددی، حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، قاری عبدالرحمن پانی پتی سے بھی سند حدیث حاصل کی۔ اولاً حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے بیعت ہوئے، جب مکہ معظمہ حاضری ہوئی تو حضرت حاجی امداد اللہ سے براہ راست بیعت ہوئے، اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے، خورجہ، امروہہ اور مراد آباد کے مدرسوں میں درس و تدریس میں مشغول رہے، متعدد تصنیفات و رسائلِ علمی یادگار ہیں۔ ۲۹ر

ربیع الاول ۱۳۳۰ھ - ۱۹ مارچ ۱۹۱۲ء کی شب میں طاعون کے مرض میں وفات پائی۔ تعارف کے لیے دیکھئے۔ مقدمہ مکتوبات سید العلماء، نزھۃ الخواطر ص ۲۸ - ۲۹ ج ۸ (حیدر آباد: ۱۴۰۲ھ)، تاریخ دارالعلوم دیوبند نمبر (ماہنامہ الرشید، ساہیوال پاکستان ص۱۸۹ : ۱۴۰۰ھ) جو تاریخ دارالعلوم مؤلفہ سید محبوب رضوی پر مشتمل ہے۔

مولانا کی وفات پر ماہ نامہ القاسم، دیوبند، ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ میں تعزیتی اداریہ شائع ہوا، بعد میں اور مضامین بھی چھپے، شمارہ جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ میں ایک اور تعزیتی تحریر چھپی جس میں لکھا ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا کی سوانح لکھنے کا ارادہ کر چکے ہیں (ص ۲۷)۔

۲۔ مولانا سید نذیر حسین | خلف سید جواد علی رضوی جاجنیری، ہندوستان کے ممتاز اور معروف سادات کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ وطن (سورج گڈھ ضلع مونگیر، بہار) میں تقریباً ۱۲۲۵ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم کے لیے والد کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا، چند مہینے صادق پور میں گذارے، وہیں حضرت سید احمد شہید اور حضرت شاہ اسماعیل صاحب شہید کی زیارت اور استفادہ کا موقع ملا، ابتدائی تعلیم کے بعد الہ آباد ہوتے ہوئے دہلی پہونچے، یہاں متعدد علماء سے مختلف کتابیں پڑھیں، اور حضرت شاہ محمد اسحاق کے درس میں حاضر ہوتے رہے حضرت شاہ صاحب کے ہندوستان سے ہجرت فرمانے کے بعد تاحیات دہلی میں قیام فرما رہے اور پوری زندگی خدمتِ حدیث اور درس و افادہ میں بسر فرمائی۔ رجب ۱۳۳۰ھ - اکتوبر ۱۹۱۲ء میں وفات ہوئی دہلی (کے قبرستان شیدی پورہ) میں دفن کیے گئے۔

مفصل معلومات کے لیے ملاحظہ ہو: الحیات بعد الممات (سوانح) مرتبہ مولانا فضل احمد (طبع اول، آگرہ: ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء)، نیز نزھۃ الخواطر ص ۴۹۷-۵۰۱ ج ۸ وغیرہ۔

۳۔ وجہِ تکفیر | حضرت مولانا کی تحذیر الناس کی تالیف کی وجہ سے تکفیر کی گئی تھی، رسالہ تحذیر الناس (طبع اول ۱۲۹۰ھ) مولانا محمد احسن نانوتوی (مقیم بریلی) کے ایک سوال کے جواب میں، حدیث: ان اللہ خلق سبع ارضین، فی کل ارض آدم کآدمکم --- الخ کی تحقیق میں لکھا گیا تھا۔ مولانا محمد احسن نے ایک

موقع پر ضمناً اس حدیث کی تصدیق کی تھی جس کی وجہ سے مولوی احمد رضا خاں صاحب (فاضل بریلوی) کے والد مولوی علی نقی خاں نے مولانا محمد احسن کی تکفیر کی، مولانا محمد احسن نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور فخر المتاخرین مولانا عبدالحی فرنگی محلی سے اس حدیث کی استنادی حیثیت اور اس کا حکم معلوم کیا، ان حضرات نے اس حدیث کے سلسلہ میں مولانا محمد احسن کے قول اور اس حدیث کی صحت کی تائید کی، تو مولانا محمد احسن کے مخالفین نے ایسا فتوی دینے والے علما کی بھی تکفیر کر ڈالی، مولانا نانوتوی ان فتاوی کا خاص نشانہ تھے ان تکفیری تحریروں کی وجہ سے ممتاز علماء مولانا سید نذیر حسین محدث اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی سے دوبارہ رجوع کیا گیا، ان حضرات نے مولانا محمد قاسم کی تحریر اور حدیث کی صحت کی مکرر تصدیق فرمائی، ملاحظہ ہو: فتاوی نذیریہ ص ۲۳ جلد اول (دہلی: ۱۳۳۲ھ) مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحی (فارسی) ص ۱۹-۱۶ (یوسفی، لکھنؤ: ۱۳۲۵ھ)-

نیز مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے اس حدیث سے متعلق مباحث پر تین علیحدہ رسائل تحریر فرمائے:

الف: زجر الناس علی انکار أثر ابن عباس -

ب: الآیات البینات علی وجود الانبیاء فی الطبقات -

ج: دافع الوسواس فی أثر ابن عباس -

جن سے اس حدیث کی استنادی حیثیت اور متعلقہ گوشے بے غبار ہو کر سامنے آگئے تھے مگر کچھ اصحاب ایسے بھی تھے جن کو حدیث کے متن کی تحقیق، اس کی فنی استنادی حیثیت، اس سے وابستہ عقائد و متعلقات سے کچھ دلچسپی نہیں تھی - ان کو تو صرف ایک نیا فتنہ شروع کرنا اور ایک نئے تفرقہ کی بنیاد ڈالنی تھی - افسوس ہے کہ اس میں ان کو کامیابی ملی اور یہی ناوک فگنی تھی جو بعد میں علمائے دیوبند اور بریلی کے درمیان ایک نہ ختم ہونے والے اختلاف کی صورت میں رونما ہوئی اور آج تک اس کی وجہ سے دینی فضا غبار آلود ہے -

اس سلسلہ کی بعض اور معلومات کے لیے رجوع فرمائیں - تذکرہ مولانا محمد احسن نانوتوی - ڈاکٹر ایوب قادری ص ۸۴ - ۹۴ - (کراچی: ۱۹۶۶ء)

۵۵- مولانا رحمت اللہ | بن خلیل الرحمن عثمانی کیرانوی مہاجر مکی، ممتاز عالم مجاہد، مصنف، مجددِ اسلام، بانیِ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ اور اظہار الحق جیسی شہرۂ آفاق کتاب کے مصنف۔ جمادی الاول ۱۲۳۲ھ (مارچ اپریل ۱۸۱۳ء) میں تولد ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے اور دہلی کے علماء سے حاصل کی۔ تمام عمر درس و افادہ اور تصنیف و تالیف میں گزاری۔ مولانا کا سب سے بڑا ناقابل فراموش اور تجدیدی کارنامہ عیسائیت کے خلاف جدوجہد ہے۔ جس نے ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے قدم جمائے اور عیسائیت کے خلاف ایسا علمی استدلالی سرمایہ فراہم کیا جس کی پوری دنیائے اسلام میں کوئی نظیر نہیں۔

رجب ۱۲۷۰ھ، اپریل ۱۸۵۴ء میں پادری فنڈر (C.G.Phander) سے آگرہ میں مناظرہ کیا۔ ۱۸۵۷ء میں شاملی، کیرانہ، بجنور وغیرہ کئی محاذوں پر انگریز حکومت کے خلاف معرکہ آرا رہے۔ جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد مکہ معظمہ ہجرت کی رجب ۱۲۸۰ھ میں اظہار الحق کی تالیف کا آغاز ہوا اور ذی الحجہ تک مکمل ہو گئی ۱۲۹۰ھ میں مدرسہ صولتیہ قائم ہوا۔ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ (یکم مئی ۱۸۹۱) کو مکہ معظمہ میں رحلت کی۔

مزید معلومات کے لیے ملاحظہ ہو:

ایک مجاہد معمار، مولانا محمد سلیم کیرانوی، اور آثارِ رحمت، امداد صابری (دہلی: ۱۹۶۸ء) نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۲۷۔ (حیدر آباد: ۱۴۰۲ھ)

۵۶- دیوان جی محمد یسین | حضرت مولانا نانوتوی کے مخلص وجاں نثار اور خاص خادم تھے۔ دیوبند کے رہنے والے تھے، مولانا مناظر احسن گیلانی کا قول ہے کہ: "حضرت کے خانگی کے جزو کل کا انصرام انہی کے متعلق تھا" سوانح قاسمی ص ۱۵۴ ج ۱ (طبع دوم، دیوبند: ۱۳۹۵ھ)

مولانا قاری محمد طیب نے اس بات کو اور وضاحت سے لکھا ہے کہ حضرت کے گھر کا سارا کاروبار انہی سے متعلق تھا، قاری محمد طیب صاحب کی والدہ صاحبہ سے دیوان جی محمد یسین کا قرابت کا بھی کچھ تعلق تھا۔ اسی وجہ سے قاری صاحب ان کو نانا دیوان جی کہا کرتے تھے حضرت نانوتوی کی وفات کے بعد کتب خانہ

دارالعلوم کے ناظم بنادئے گئے تھے، بلند قدوقامت، سرخ وسفید چہرہ تھا، نہایت وجیہ شخص تھے (حاشیہ سوانح قاسمی ص ۵۹۵ ج اول) نیز حضرت نانوتوی کے حالات میں اور بھی کئی مقامات پر ان کا ذکر ہے۔

رجب یا شعبان ۱۳۳۱ھ (جون یا جولائی ۱۹۱۲ء) میں وفات ہوئی۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن نے قطعہ، تاریخ وفات کہا جس کے آخری شعر یہ ہیں:

جاں نثار، و والہ و دلدادہ مخدوم من — مخلص ممدوح و مخدوم و کرم فرمائے من

بازبانِ یاس، اکنوں می سرایم نغمہ، — ملجاءِ ما مُرد یعنی خادمِ مولائے من

۱۳۳۱ھ

(ماہنامہ القاسم، دیوبند، رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ ص ۴)

انہی کے ہم نام ایک اور صاحب محمد یسین خلف جمیل الدین نانوتوی تھے جو حضرت مولانا نانوتوی کے حقیقی ماموں زاد بھائی اور معتمد تھے، مولانا نانوتوی کے فرزند مولانا حافظ احمد صاحب ان کو چچا کہتے تھے۔ (سوانح قاسمی گیلانی ص ۵۵ ج ۱، نسب نامہ صدیقیانِ نانوتہ، مرتبہ مولانا مفتی محمود احمد نانوتوی ص ۸، دہلی: بلاسنہ)۔

۱۷۔ کاندھلہ والے | اس سے کاندھلہ کے ایک متمول و بااثر فرد متولی محمد اسماعیل کی جانب اشارہ ہے، پیش نظر مجموعۂ مکتوبات کے ایک اور خط میں مولانا نانوتوی نے اس کی وضاحت فرمائی ہے لکھتے ہیں:

بھائی عبداللہ و میاں محمد یسین بروعدۂ خود مبلغ باقی را بغرض فراہم آوردہ متولی محمد اسماعیل را اطلاع دادند، تا تمسک بفرستند، و قرض حافظ احمد حسین بستانند اوشاں جوابے نہ دادند۔ چوں چند بار چنیں شد وازاں طرف صدائے نہ برخواست، بہ تنگ آمدہ محمد یسین بگنگوہ رفت، و جملہ روپیہ دادنی مولانا رشید احمد سلمہ اللہ را سپردہ مکتوب ۹ بنام حضرت حاجی امداد اللہ (غیر مطبوعہ) محررہ شوال ۱۲۹۴ھ (اکتوبر نومبر ۱۸۷۷ء)۔

"بھائی عبداللہ اور میاں محمد یسین نے اپنے وعدہ کے مطابق (مقررہ تاریخ پر) باقی رقم قرض لے کر متولی محمد اسماعیل کو اطلاع دیدی تھی تا کہ وہ دستاویز

بھیجدیں اور حافظ احمد حسین کا قرضہ ادا کر دیا جائے ۔ قاضی صاحب نے کچھ جواب نہیں دیا، جب کئی مرتبہ ایسا ہوا (اور جواب نہیں ملا) تو تنگ آکر محمد یسین گنگوہ گئے اور جو رقم ادا کرنی تھی وہ سب مولانا رشید احمد (اللہ ان کو سلامت رکھے) کے سپرد کر دی"۔

متولی محمد اسماعیل خلف محمد معین الدین، بن نجیب الدین، بن حمید الدین صدیقی کاندھلوی، اس قصبہ کے ممتاز ذی ثروت با اثر شخص تھے اور پاک طینت شخص تھے، قاضی محمد اسماعیل منگلوری (خلیفہ مولانا شیخ محمد تھانوی) کے حلقۂ متوسلین میں شامل تھے ۔

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ (۷ مارچ ۱۹۱۷ء) کو کاندھلہ میں وفات ہوئی ۔

۸ـ حافظ احمد حسین صاحب | پیر جی احمد حسین بن فدا حسین، بن حافظ محمد امین تھانوی حضرت حاجی امداد اللہ کے حقیقی بھتیجے تھے، ابتدا میں تنگدستی تھی اور تلاش معاش میں برسوں پریشان رہے مگر حسب خواہش اچھی ملازمت اور معقول معاش میسر نہ ہوا آخر میں حضرت حاجی صاحب کے طلب فرمانے پر مکہ معظمہ چلے گئے تھے وہاں امین الحجاج مقرر ہوئے اور ہندوستان سے آنے جانے والے حاجیوں کی خدمت، ان کی رقموں و امانتوں کا رکھنا اور ان کی ہر طرح کی رہنمائی شب و روز کا مشغلہ تھا، اچانک بیمار ہوئے اور ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ، ۱۶ مئی ۱۸۹۵ء کو وفات ہوئی

مزید معلومات کے لیے دیکھئے :

تبرکات (مجموعہ مکتوبات حضرت حاجی امداد اللہ و حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی)

مرتبہ نورالحسن راشد ص ۶۰ ـ ۶۳ (کاندھلہ : ۱۹۷۶ء) ـ

۹ـ حافظ عبداللہ | غالباً تھانہ بھون کے رہنے والے تھے، مکہ معظمہ ہجرت کر گئے تھے حضرت حاجی امداد اللہ کی خدمت بابرکت میں ہمہ وقت حاضر، حضرت کے خادم خاص، معتمد اور نہایت عزیز تھے، حضرت کو ان کی وجہ سے جو راحت و آرام اور تعلق خاطر تھا ـ اس کا حضرت حاجی صاحب کے ایک خط سے علم ہوتا ہے تحریر فرماتے ہیں :

"عزیزم حافظ عبداللہ چند مہینوں سے معمولی بخار میں مبتلا تھے،

حال میں بخار اور کھانسی نے نہایت زور کیا ہے، علاج معالجہ کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے، وہ میرے ہاتھ پاؤں ہیں اگر خدانخواستہ کوئی اور بات ہوگی تو مجھے بظاہر پریشانی و تکلیف ہوگی، وہ خدمت کرنے والے تابعدار شخص ہیں، دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرمائے"۔

(ترجمہ از مکتوب فارسی، مشمولہ مرقوماتِ امدادیہ ص ۳۰ مکتبہ برہان، دہلی: ۱۹۷۹ء)

حضرت حاجی صاحب کو جو اندیشہ تھا وہی ہوا، حافظ عبداللہ کی حاجی صاحب کی حیات میں شوال ۱۳۰۶ھ (مئی، جون ۱۸۸۹ء) میں مکہ مکرمہ میں وفات ہوگئی تھی۔

(مکتوب غیر مطبوعہ حضرت حاجی صاحب محررہ ۱۷ محرم ۱۳۰۷ھ فوٹو اسٹیٹ در ذخیرہ راقم سطور)

جناب امداد صابری نے (اپنے والد مولانا شرف الحق دہلوی کی سوانح حیات میں) لکھا ہے:

"حافظ عبداللہ کو خلیل پاشا نقش بندی سے خلافت حاصل تھی داستان شرف ص ۴۵۰ (دہلی: ۱۹۷۹ء) بظاہر اس سے یہی حافظ عبداللہ مراد ہیں"۔

۱۰۔ مولانا فیض الحسن: خلف علی بخش بن خدا بخش قرشی سہارنپوری، عربی ادب، انساب، اور ایامِ عرب کے جید ترین ہندوستانی فاضل، شاعر اور انشا پرداز منہ ۱۲۳۲ھ (۱۸۱۷ء) میں تولد ہوئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں، معقولات و ادب مولانا فضل حق خیر آبادی اور مولانا مفتی صدر الدین آزردہ سے اخذ کئے، حدیث کا درس شاہ احمد سعید مجددی سے لیا اور طب حکیم امام الدین سے پڑھی، ۱۸۳۸ء سے ۱۸۵۷ تک دہلی میں تعلیم و استفادہ کے لیے قیام رہا، مجلہ شفاء الصدور، تفسیر جلالین کا حاشیہ، حل ابیات بیضاوی، شرح دیوان حماسہ، شرح معلقات سبعہ، تحفہ صدیقیہ (شرح حدیث ام زرع)، فارسی کلام کے دو مجموعے اور عربی کا دیوان مطبوعہ و متعارف ہیں [جو مولانا حمید الدین فراہی نے مرتب کرکے شائع کر دیا تھا] مولانا کے بعض قصائد و قطعات ایسے بھی ہیں جو اس مجموعہ میں شامل نہیں، حاشیہ تفسیر

جلالین کی دوسری جلد حاشیہ مشکوۃ، نیز متعدد تحریرات، قرابادین فیضی اور مجرباتِ طب پر ایک اور تالیف، غیر مطبوعہ موجود ہیں۔

۱۱ھ مدرسہ عربیہ دیوبند | یعنی دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا اور بانیان اس کو ہمیشہ اسی نام سے یاد کرتے تھے۔ ۱۳۲۰ھ کے بعد دارالعلوم دیوبند نام تجویز ہوا اور اسی سے شہرت پائی۔ دارالعلوم دیوبند کا ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ (۳۰ مئی ۱۸۶۷ء) کو آغاز ہوا، اور اب تک اس کا فیض جاری ہے۔

تفصیلات کے لیے: تاریخ دارالعلوم دیوبند، وغیرہ

۱۲ھ عالم جلیل، محدیث کبیر حضرت مولانا احمد علی | بن لطف اللہ، جن کا سلسلہ نسب شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے خلیفہ و مکتوب الیہ شیخ ابوسعید شیخ چوہر انصاری سہارنپوری کے واسطہ سے حضرت ابوایوب انصاری تک پہونچتا ہے۔

تقریباً ۱۲۲۵ھ (۱۸۰۸ء) میں ولادت ہوئی، ابتدائی عمر میں تعلیم کی جانب مطلق توجہ نہیں تھی، تقریباً سولہ سال کی عمر میں تعلیم شروع کی، ابتدائی تعلیم سہارنپور کے علماء سے حاصل کی اور (مولانا محمد سلیمان کاندھلوی کی اطلاع کے مطابق) حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی سے بھی تلمذ حاصل کیا، حضرت شاہ محمد اسحاق سے حدیث پڑھی، اور سفرِ حرمین میں شاہ صاحب کے خادم و رفیق رہے مگر معروف سندِ حدیث اور صحیح بخاری کی اجازت اس طرح ہے:

"از حضرت مولانا وجیہ الدین صدیقی سہارنپوری، از مولانا شاہ عبدالحیٔ بڈھانوی، از حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی از شاہ عبدالعزیز"۔

برصغیر میں حدیث کی کتابوں کی اعلی درجہ کی تحقیق و صحت کے بعد اشاعت حضرت مولانا کا سب سے بڑا غیر معمولی اور ناقابلِ فراموش کارنامہ ہے، جس میں صحیح بخاری کی تصحیح، حاشیہ اور اشاعت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی وفات کے تیسرے دن ۶ جمادی الاول ۱۲۹۷ء بروز شنبہ ۱۷ اپریل ۱۸۸۰ء حضرت مولانا نے رحلت کی، سہارنپور میں دفن کئے گئے۔

مزید معلومات کے لیے رجوع فرمائیں:

مقدمہ اوجز المسالک، نیز تاریخ مظاہر علوم، جلد اول، از شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب، اور تذکرہ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، از جناب سید محبوب رضوی، مطبوعہ دیوبند۔

۱۳ مقصود احمد خلف حافظ احمد حسین خلف فدا حسین، بن محمد امین تھانوی، برادر زادہ حقیقی حضرت حاجی امداد اللہ) حضرت حاجی صاحب کو ان سے بیحد تعلق خاطر تھا، ہر وقت ان کا خیال رہتا تھا، ان کی تعلیم و تربیت کے لیے فکرمند رہتے تھے۔ حضرت کی خواہش تھی کہ وہ اچھی تعلیم حاصل کریں، اس مقصد کے لیے ہندوستان خطوط لکھے (مثلاً مکتوب بنام حافظ احمد حسین، مرقومات امدادیہ ص ۷۲، (دہلی: ۱۹۸۹ء) مگر مقصود احمد اس پر آمادہ نہیں ہوئے۔ بعد میں جب حافظ احمد حسین صاحب مکہ معظمہ پہنچ گئے تو حاجی صاحب نے مقصود احمد کو بھی وہیں بلانا چاہا تاکہ ان کے قریب رہنے سے ان کی تعلیم و تربیت کی طرف سے اطمینان رہے اور حضرت خود ان کی نگرانی اور تربیت کریں (مکتوب بنام حکیم ضیاء الدین رام پوری، مرقومات امدادیہ ص ۱۰۸) مگر حضرت کے بار بار تحریر فرمانے اور حضرت کے متوسلین کی انتہائی کوشش کے باوجود مقصود احمد اس کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے تھے بہت عرصہ کے بعد ان کی سمجھ میں آیا، اور وہ ایک قافلہ کے ہمراہ مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے۔ (کرامات امدادیہ، مولانا اشرف علی تھانوی ص ۲۰ انتظامی کانپور: ۱۹۱۸ء)۔

مگر وہ اسی زمانہ میں یا بعد میں کسی وقت ہندوستان واپس آ گئے تھے بھوپال میں قیام رہا، وہیں وفات ہوئی، سنہ وفات معلوم نہیں۔

۱۴ نام ور عالم، محدث، فقیہ، مدرس، اور مظاہر علوم سہارنپور کے بانی ارکان میں نمایاں حضرت مولانا مظہر صاحب، حافظ لطف علی کے فرزند اور مولانا محمد احسن نانوتوی اور مولانا محمد منیر نانوتوی کے بڑے بھائی تھے ۱۲۳۷ھ مطابق ۱۸۲۱ء میں تولد ہوئے، وطن میں والد ماجد سے پھر مولانا مملوک العلی سے تعلیم پائی، دلی کالج میں داخل ہوئے مفتی صدر الدین آزردہ، مولانا رشید الدین وغیرہ سے تلمذ حاصل رہا، حدیث کی کتابیں شاہ محمد اسحاق سے پڑھیں، مطبع منشی نول کشور میں تصحیح کتب کی ملازمت کی، اور درس و افادہ کی خدمت بھی انجام دیتے رہے۔ بعد میں مظاہر

علوم کے اساسی ارکان اور سرپرستوں میں شامل رہے، بعض کتابوں میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے استاذ تھے، حضرت گنگوہی سے بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی، ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ (۳را کتوبر ۱۸۸۵ء) میں سہارنپور میں وفات ہوئی۔

۱۵۔ محدث عصر فقیہ کبیر، عارف جلیل حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد انصاری رام پوری، گنگوہی، فرط شہرت کی وجہ سے مستغنی تعارف ہیں۔ جمادی الآخری ۱۲۴۵ھ (۲۱ دسمبر ۱۸۲۹ء) کو ولادت ہوئی، ۹ جمادی الآخری ۱۳۲۳ھ (۱۱ اگست ۱۹۰۵ء) جمعہ کے دن وفات پائی گنگوہ میں مولد و مدفن ہے، مزید معلومات کے لیے نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۴۸۔ ۱۵۲ اور تذکرۃ الرشید، تالیف مولانا عاشق الٰہی میرٹھی۔

۱۶۔ ماموں جمیل الدین صاحب ایڈوکیٹ، خلف وجیہ الدین صدیقی نانوتوی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے حقیقی بڑے ماموں، ۱۸۵۷ء تک سہارنپور میں وکالت کرتے تھے، آسودہ و خوش حال شخص تھے، مزید معلومات راقم سطور کو ہمدست نہیں۔

۱۷۔ مولانا محمد یعقوب صاحب کی بڑی بہن مولانا محمد یعقوب صاحب خلف حضرت مولانا مملوک العلی صاحب نانوتوی کی دو بہنیں تھیں، بڑی بہن نجیب النساء، ان کا مولانا انصار علی ابن احمد علی، بن شاہ قطب علی انصاری انبہٹوی سے نکاح ہوا، تین فرزند تولد ہوئے احمد حسین، عبدالرحمن اور مولانا عبداللہ انصاری، جو ایم اے او کالج علی گڑھ کے سب سے پہلے ناظم دینیات اور حضرت مولانا محمد قاسم کے داماد تھے، مولانا محمد یعقوب کی دوسری بہن عمدۃ النساء، شاہ مجید علی انبہٹوی سے منسوب ہوئیں، ان کے فرزند حضرت مولانا خلیل احمد انبہٹوی مہاجر مدنی (مصنف بذل المجھود، شرح سنن ابی داؤد) ہیں۔ ان دونوں خواتین کے سنہ ولادت و وفات راقم سطور کو معلوم نہیں۔

مزید معلومات کے لیے تحفۂ صدیقیہ نسب نامہ 'انصاریانِ انبہٹہ) مرتبہ مولانا مشتاق حسین انبہٹوی ص ۱۵ (بھاول پور: ۔ ۱۳۲۹ھ) نیز تذکرۃ الخلیل مولانا عاشق الٰہی میرٹھی ص ۲۵۔

۱۸ مولانا حکیم ضیاء الدین رامپوری خلف غلام محی الدین، رام پور کے اس قدیم خاندان کے فرد ہیں جو عہدِ اکبر میں سہارنپور آکر آباد ہوا بعد ازاں رامپور آگیا تھا۔ ۲ رمضان ۱۲۴۲ھ مطابق ۲۷ اپریل ۱۸۲۷ء تولد ہوئے، حکیم صاحب بلند پایہ عالم اور حاذق طبیب تھے، حافظ محمد ضامن شہید سے بیعت ہوئے، اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے، نیز حضرت حاجی امداد اللہ سے بھی اجازت حاصل تھی (تذکرہ الرشید ص ۲۲۹ - طبع اول میرٹھ: ۱۳۲۷ھ) حکیم صاحب کے نام حضرت حاجی صاحب کے نام متعدد مکتوبات سے اس عقیدت و محبت، اور حاجی صاحب کی نظر میں حکیم صاحب کی وقعت اور ان کے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے دست و بازو ہونے کا بھی علم ہوتا ہے، ان مکتوبات میں سے اکثر خط مرقوماتِ امدادیہ (مکتوبات حضرت حاجی امداد اللہ) میں درج ہیں۔

۱۳۰۵ھ سے ۱۳۱۲ھ تک مدرسہ عربیہ (دارالعلوم دیوبند) کے مجلس شوریٰ کے ممبر رہے۔ ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ (مارچ ۱۸۹۶ء) میں وطن میں وفات ہوئی۔ (مکتوب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی بنام مولانا صادق الیقین کرسوی، مکاتیب رشیدیہ، مرتبہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی ص ۱۰۶ (طبع اول میرٹھ: ۱۳۲۷ھ) مولانا احمد حسن امروہوی کے ایک خط (مکتوبات سید العلماء، مرتبہ مولانا نسیم احمد فریدی ص ۱۸۳ مطبوعہ امروہہ) میں حکیم ضیاء الدین کی تاریخ وفات یکم شوال لکھی ہے جو صحیح نہیں ہے حضرت گنگوہی نے جو تاریخ لکھی ہے وہی صحیح ہے۔

حکیم ضیاء الدین صاحب نے اپنے پیر و مرشد حضرت حافظ ضامن شہید کے احوال پر دو کتابیں مرتب فرمائی تھیں، مفصل و مختصر، مختصر کتاب کا نام "مونس مہجوراں" ہے اس کا ایک نسخہ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے کتب خانہ میں محفوظ تھا۔ جس کا خلاصہ مولانا نسیم احمد فریدی کے قلم سے ماہنامہ "تذکرہ" (نومبر ۱۹۶۱ء) دیوبند میں چھپا اور مکمل نسخہ سردارِ شہیداں کے عنوان سے امداد صابری کے مقدمہ کے ساتھ دہلی سے ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن "تذکرہ حافظ محمد ضامن شہید" کے نام سے پاکستان سے طبع ہوا ہے۔

حکیم ضیا الدین نے بعض اختلافی مسائل پر ایک کتاب "قول فیصل" کے

عنوان سے لکھی تھی، حضرت حاجی امداد اللہ نے اس کو ملاحظہ کیا تھا اور پسند فرمایا تھا
مرقوماتِ امدادیہ ص ۶۸ (مکتبہ برہان، دہلی : ۱۳۹۹ھ)۔

۱۹۔ مولانا علاء الدین | خلف غلام محی الدین، حافظ ضیاء الدین کے حقیقی چھوٹے بھائی (مونس مہجوراں ص ۹۲) ذی علم اور صاحبِ کمال شخص تھے، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے اور مدرسہ دیوبند میں تعلیم پائی، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے بیعت و ارادت کا تعلق رکھتے تھے، کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مولانا عبدالسمیع رامپوری کی تالیف انوارِ ساطعہ کی تردید میں سب سے پہلے مولانا علاء الدین نے ایک رسالہ تحریر کیا جس کا نام "توضیح الحق" تھا، توضیح الحق کا ایک مختصر سا جواب لکھا گیا، اس کے اعتراضات کی تحقیق میں مولانا نے ایک اور تحریر "التنقیح الأدق" مرتب کی، اس کا جواب "تلویح الحق" کے عنوان سے شائع ہوا، مولانا علاء الدین نے اس کی تردید میں ایک تحریر اور مرتب کی، مولانا کی اور بھی تصنیفات و مضامین کا سراغ ملتا ہے۔ سنہ وفات (راقم سطور کو) معلوم نہیں۔

مولانا کے فرزند مولانا احمد رامپوری تھے جو حضرت گنگوہی کے شاگرد، اور جید عالم تھے، ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۴۱ھ تک دارالعلوم کی مجلس شوری کے رکن رہے۔ (دارالعلوم کی صد سالہ زندگی ص ۱۰۳)۔ سنہ ۱۳۴۲ھ میں وفات ہوئی۔ (خوان خلیل حضرت مولانا تھانوی۔ مع ضمیمہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ص ۵۴ (سہارنپور : ۱۳۹۲ھ)

۲۰۔ مولوی عبدالکریم رامپوری | ان کی تحقیق نہیں ہو سکی کہ یہ کون بزرگ تھے حضرت حاجی امداد اللہ کے ایک گرامی نامہ بنام حکیم ضیاء الدین رام پوری (مرقومات امدادیہ ص ۱۰۹ دہلی : ۱۹۷۹ء) سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکیم ضیاء الدین سے بیعت تھے مکہ معظمہ حاضر ہوئے تھے اور حضرت حاجی صاحب سے بھی رابطہ رہا۔

۲۱۔ فاطمہ | حضرت حاجی صاحب کے متعدد مکتوبات میں ان کا ذکر ہے اور ان سے متعلق مختلف معاملات کی ہدایات درج ہیں۔ یہ حضرت حاجی صاحب کی قریب کی عزیز غالباً بھانجی، (یا رشتہ کی) نواسی تھیں مولانا محمد احمد رام پوری سے کا نکاح ہوا

تھا۔ (مستفاد از حاشیہ مرقوماتِ امدادیہ ص ۱۱۲)۔

۲۲ح مولانا محمد منیر صاحب | خلف لطف علی نانوتوی، مولانا محمد مظہر اور مولانا محمد احسن نانوتوی کے حقیقی چھوٹے بھائی سنہ ۱۸۳۱ء (۴۷ - ۱۲۴۶ھ) میں تولد ہوئے۔ (تذکرہ مولانا محمد احسن نانوتوی، تالیف ڈاکٹر محمد ایوب قادری ص۱۵۷ کراچی: ۱۹۶۶ء)۔

مولانا مفتی صدر الدین آزردہ اور شاہ عبدالغنی مجددی سے تعلیم پائی۔ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے سرگرم کارکن تھے، محاربۂ شاملی و تھانہ بھون میں شریک رہے عام معافی کے بعد بریلی کالج میں ملازم ہوگئے تھے، ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد مدرسہ دیوبند کے مہتمم مقرر ہوئے۔ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ / جون ۱۸۹۴ء سے جمادی الاولی ۱۳۱۳ھ / دسمبر ۱۸۹۵ء تک مدرسہ عربیہ کے مہتمم رہے (دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ زندگی، از مولانا قاری محمد طیب ص ۹۵ دیوبند: ۱۳۸۵ھ)۔

سنہ ۱۳۲۱ھ / ۱۸۷۸ء تک حیات تھے، تاریخ وفات معلوم نہیں، تذکرہ مولانا محمد احسن نانوتوی ص ۱۶۰۔

۲۳ح مولوی نذر اللہ، مقیم بوڑیہ | (تحصیل جگادھری، انبالہ، ہریانہ) مولانا شاہ محمد رمضان بوڑیہ والوں کے فرزند تھے، مولانا محمد رمضان صاحب اپنے دور کے مشہور مصلح اور عالم اور حضرت شاہ عبدالغنی مجددی کے مجاز بیعت تھے۔ مولانا کی متعدد مقبول تالیفات تھیں مثلاً مخزن الاعمال و المسائل، خزینۂ اعمال احمدی، تحفۂ رمضان وغیرہ۔ مولانا محمد رمضان اور ان کے صاحبزادہ کے مفصل حالات نہیں ملے۔

۲۴ح منشی فضل حق | بن سیف علی بن کریم بخش بن جان عالم بن سید محمد جمیل رضوی دیوبندی، دیوبند کے قدیم سادات کے خاندان سے تعلق تھا (تذکرہ سادات رضویہ دیوبند، سید محبوب رضوی ص ۲۰ (دیوبند: ۱۳۹۴ھ) محتاط و متقی بزرگ تھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے وابستہ اور مولانا کے قریب ترین اصحاب میں سے تھے، شعبان ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء میں دارالعلوم کے مہتمم مقرر ہوئے، تذکرۃ العابدین میں ہے:

"اہل شوری نے عرض کیا (حاجی محمد عابد حسین سے) کہ آپ اہتمام جس کو چاہیں سپرد کر دیں، مگر مدرسہ کے سرپرست رہیں، اس وقت آپ نے بہ مشورہ

اہل شوریٰ منشی فضلِ حق کو، کہ مرید خاص مولوی محمد قاسم و رفیقِ خاص اہل شوریٰ کے تھے، مہتمم مقرر کیا"۔

"تذکرۃ العابدین" ص ۶۷، تالیف حاجی نذیر احمد دیوبندی (طبع دوم، دہلی ۱۳۳۲ھ) ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ تک مہتمم رہے، خیانت کے الزام کی وجہ سے سبکدوش اور دل برداشتہ ہو کر دیوبند سے چلے گئے تھے، اگرچہ بعد میں اس الزام کے غلط اور قطعاً بے بنیاد ہونے کی تحقیق ہو گئی تھی، اور ارباب مدرسہ نے اشتہارات کے ذریعہ سے اس کا اعلان بھی کر دیا تھا، مگر منشی صاحب کو اس الزام کا ایسا صدمہ رہا کہ اس واقعہ کے بعد تاحیات دیوبند نہیں آئے، بلکہ مولانا کے بیٹوں نے بھی پوری زندگی دیوبند میں قدم نہیں رکھا، عام روایت جو عموماً تذکروں میں بھی نقل کی جاتی ہے، یہ ہے کہ منشی صاحب نے بھوپال میں قیام کیا اور وہیں وفات ہوئی۔ مگر ان کے اخلاف کا کہنا یہ ہے کہ یہ اطلاع صحیح نہیں۔ منشی صاحب بھوپال نہیں گئے بلکہ ریاست جھالاواڑ (راجستھان) کی ایک مسجد میں امام کی حیثیت سے نہایت خاموشی اور گم نامی کی زندگی گذاری، تاحیات وہیں قیام کیا اور وہیں وفات ہوئی۔ (روایت دختر مولانا ظہور الحق سہارنپوری خلف منشی فضل حق) صاحبزادگان میں سے ایک جے پور میں مقیم رہے، دوسرے مولانا ظہور الحق جو مظاہر علوم سہارنپور کے اعلیٰ مدرس تھے، تاحیات وہیں قیام کیا، وہیں وفات ہوئی۔ تیسرے صاحبزادے بھوپال میں رہے۔

منشی فضل حق نے حضرت مولانا نانوتوی کی مفصل سوانح مرتب کی تھی جو مولانا قاری محمد طیب صاحب کی اطلاع کے مطابق ۱۲۸۵ھ تک دارالعلوم کے خزانہ میں محفوظ تھی ("تاسیس دارالعلوم دیوبند، تاریخی حقائق کی روشنی میں" ص ۱۶ مطبوعہ دیوبند: ۱۳۹۹ھ) مگر اب اس نسخہ کا سراغ نہیں مل رہا کہ وہ کہاں ہے۔

خاندانی اطلاعات کے مطابق تقریباً ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں جھالاواڑ میں وفات ہوئی۔

۲۵ میاں سعدی اور میاں سکندر خاں | یہ دونوں صاحبان حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خدام اور حاضر باش افراد میں سے تھے، تفصیلات بہمدست نہیں۔

۲۶ مولانا محمد یعقوب نانوتوی | مشہور عالم، عارف، مرشد، مدرس اور مربی استاذ

العلماء مولانا مملوک العلی نانوتوی کے فرزند، مولوی احمد علی کے پوتے اور غلام شرف نانوتوی کے پرپوتے ١٣ صفر ١٢٤٩ھ (٢ جولائی ١٨٣٣ء) کو ولادت ہوئی اکثر درسیات والد ماجد سے پڑھیں، اوسط اور اعلی تعلیم کے لیے دہلی گئے، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ہم سبق اور اس وقت کی علمی محفلوں کی رونق، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے خاص مربی و معلم اور مدرسہ عربیہ (دارالعلوم) دیوبند کے سب سے پہلے مدرس اعلی تھے، تصنیف و تالیف پر زیادہ توجہ نہیں کی تاہم چند تحریرات علمی یادگار ہیں، مولانا کے شاگردوں اور تربیت یافتہ اصحاب کا خاص رنگ ہے جن سے ایک زمانہ متاثر ہوا۔

٣ ربیع الاول ١٣٠٢ھ (٢٢ دسمبر ١٨٨٤ء) کو شب دوشنبہ میں ہیضہ سے وفات ہوئی۔ سرسید نے ایک موقع پر لکھا ہے کہ: "مولانا محمد یعقوب نے انتقال کیا، در حقیقت کوئی ان کا جانشین نہیں ہوا" انسٹی ٹیوٹ گزٹ، علی گڑھ، ١ اکتوبر ١٨٨٥ء، سرسید کی تعزیتی تحریریں ص ٢٢ (علی گڑھ: ١٩٨٩ء) تفصیلی معلومات کے لیے:

نزھۃ الخواطر ص ٥٢٥ - ٥٢٤ ج ٨، نیز تذکرہ یعقوب و مملوک، از انوارالحسن شیرکوٹی، (کراچی: ١٣٩٤ھ / ١٩٧٤ء)۔

٢٧۔ حاجی عابد حسین صاحب　دیوبند کے قدیم اور ممتاز رضوی خاندان کے فرد تھے۔ تقریباً ١٢٥٠ھ میں ولادت ہوئی، نہایت عابد و زاہد متقی، مدرسہ عربیہ (دارالعلوم) دیوبند کے سب سے پہلے محرک اور معروف مرشد تھے، نیز تعویذات و عملیات میں خاص امتیاز و شہرت رکھتے تھے، تاحیات مدرسہ دیوبند (دارالعلوم) کے بنیادی اراکین اور اہل مشورہ میں شامل رہے دو مرتبہ اس کا نظام بھی سنبھالا، ٢٧ ذی الحجہ ١٣٣١ھ (٢٧ نومبر ١٩١٣ء) کو اکیاسی سال کی عمر میں وفات ہوئی، تفصیلی معلومات کے لیے: تذکرۃ العابدین، تالیف حاجی نذیر احمد صاحب، (طبع دوم دہلی: ١٣٣٢ھ)۔

٢٨۔ مولانا رفیع الدین　خلف مولانا فرید الدین دیوبندی سنہ ١٢٥٢ھ / ١٨٣٦ء میں پیدا ہوئے، تعلیم کی تفصیل بدست نہیں، حضرت مولانا قاسم نانوتوی اور مولانا گنگوہی کے قریبی احباب و رفقاء میں سے تھے۔ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی سے بیعت ہوئے اور محنت و ریاضت کے بعد اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔

مدرسہ عربیہ (دارالعلوم) دیوبند کی ابتدا کے وقت سے اس کی مجلس کے رکن رہے اور دوبار مہتمم مقرر کئے گئے، ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۹ء میں مہتمم تھے کہ سفر ہجرت کا ارادہ کر لیا۔ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور وہیں مستقل قیام فرمایا، اسی قیام کے دوران ۱۲ جمادی الاخری ۱۳۰۸ھ شب جمعہ (۲۳ جنوری ۱۸۹۱ء) کو مدینہ پاک میں وفات ہوئی اور حسب وصیت جنت البقیع میں حضرت عثمان غنیؓ کی (قبر کے) پہلو میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی کے قدموں میں دفن کئے گئے، مرض الوفات، تدفین اور ترکہ کی کیفیت مولوی منظور احمد دیوبندی نے، جو اس وقت مولانا رفیع الدین کی خدمت مین حاضر تھے ایک خط میں لکھی ہے۔ مکتوبات اکابرِ دیوبند، مولانا نسیم احمد فریدی ص ۸۶ - ۸۷ (دیوبند: ۱۴۰۰ھ) مزید معلومات کے لیے: تاریخ دارالعلوم دیوبند، تاریخ دیوبند، اور مثنوی فروغ، ہر سہ مرتبہ سید محبوب رضوی۔

۲۹۔ **مولانا ذوالفقار علی دیوبندی** | شیخ فتح علی، دیوبند کے فرزندار جمند اور شیخ الہند مولانا محمود حسن کے والد ماجد، مولانا ذوالفقار علی، تقریباً ۱۲۳۷ھ میں پیدا ہوئے، مولانا مملوک العلی، مفتی صدر الدین آزردہ وغیرہ سے تعلیم حاصل کی، عربی ادب میں فخر زماں ہوئے، سرکاری ملازمت کی، مدرسہ عربیہ دارالعلوم دیوبند کے مجلس شوری کے تقریباً چالیس سال رکن رہے، اعلی درجہ کی متعدد تالیفات یادگار ہیں۔ تین صاحبزادے ہوئے جس میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن، فخرِ اسلاف، فخرِ خاندان، فخرِ دیوبند اور فخرِ ہندوپاکستان ہوئے۔

تقریباً پچاسی سال کی عمر میں رجب ۱۳۲۲ھ (ستمبر ۱۹۰۴ء) میں دیوبند میں وفات ہوئی۔

نزھۃ الخواطر ص ۱۴۰ - ۱۴۱ ج ۸، نیز حیاتِ شیخ الہند، مولانا سید اصغر حسین صاحب ص ۱۲، ۱۵ (لاہور: ۱۹۷۷ء)۔

۳۰۔ **پیر جی عاشق علی دیوبندی** | نسب و خاندان کی تفصیلات کا علم نہیں ہو سکا، صرف یہ معلوم ہے کہ یہ حضرت مولانا نانوتوی کے مرید تھے اور حاضر باش خدام میں شمار ہوتے تھے، حضرت مولانا کے پنڈت دیانند سرسوتی سے مناظرہ کے لیے رڑکی کے سفر کے موقع پر پیر جی عاشق علی بھی حضرت مولانا کے ہمراہ تھے، امیر

شاہ خورجوی نے اس کی صراحت کی ہے اور ان کے حوالہ سے اس سفر کا ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے۔

ارواحِ ثلاثہ (مرتبہ : مولانا ظہور الحسن کسولوی) ص ۲۳۶ (طباعتِ جدید، تھانہ بھون : بلاسنہ)۔

۳۱۔ **مولانا فخر الحسن** بن عبدالرحمن خلف حبیب الرحمن سہارنپوری ثم گنگوہی اول حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے تعلیم پائی، مدرسہ عربیہ (دارالعلوم) دیوبند قائم ہونے کے بعد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، جملہ علوم و فنون میں استفادہ کیا اور حضرت نانوتوی کے اعلیٰ درجہ کے شاگردوں میں شمار ہوئے (سوانح قاسمی ص ۴۳۲ ج ۱)۔

سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ پر حاشیہ لکھا، حضرت مولانا محمد قاسم کی کئی تالیفات و تحریرات کو قلم بند اور مرتب کیا اور مولانا کی مفصل سوانح بھی لکھی تھی، آخر عمر میں کانپور چلے گئے تھے وہیں ۱۳۱۵ھ (۹۸ - ۱۸۹۷ء) میں وفات ہوئی۔ نزھۃ الخواطر ص ۳۵۴ ج ۸، نیز فخر العلماء (احوال و تعارف مولانا فخر الحسن) مرتبہ ڈاکٹر اشتیاق اظہر کراچی۔

۳۲۔ **شاہ حسن عسکری** خلف سید حسین بخش بن شاہ غلام، ساداتِ (رام پور منیہاران) سہارنپور کے باشندے اور بزرگوں کے خاندان کے ایک فرد تھے، شاہ سلیمان تونسوی کے خلیفہ اور مشہور شیخ طریقت ہوئے، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے پہلے دہلی اور اس کے اطراف میں شاہ حسن عسکری کا وسیع حلقۂ مریدین تھا۔ ہزاروں افراد ان کے سلسلۂ بیعت سے منسلک تھے، بہادر شاہ ظفر بھی ان کا بے حد معتقد تھا اور وہ بہادر شاہ ظفر کے پیر سمجھے جاتے تھے، معرکہ ۱۸۵۷ء کے ایام میں بہادر شاہ ظفر سے قربت اور تعاون نیز مشوروں کی وجہ سے پھانسی دی گئی، اس طرح آخرت میں بھی سرخرو اور فائز المرام ہوئے۔

ان کے حالات میں اسی خاندان کے ایک فرد جناب اشتیاق اظہر نے ایک کتاب "شاہ حسن عسکری، اور جنگ آزادی کے عوامل" لکھی ہے جو ۱۹۸۵ء میں کراچی سے چھپی مگر تقریباً تین سو صفحات کی اس کتاب میں شاہ حسن عسکری کے متعلق

صحیح معلومات کا فقدان ہے، نہ تاریخِ ولادت و شہادت درج ہے، نہ تعلیم اور خدمات کا واضح تذکرہ ہے۔

۳۳۔ مراد آباد کا مدرسہ: مدرسۃ الغرباء (واقع شاہی مسجد مراد آباد) جو مدرسہ شاہی کے نام سے مشہور ہے اور ہندوستان کے اہم اور ممتاز دینی مدارس میں شمار کیا جاتا ہے۔ ۱۹ صفر ۱۲۹۶ھ (۱۲ فروری ۱۸۶۹ء) کو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی رہنمائی اور سرپرستی میں اس کا افتتاح ہوا اور مدرسہ کے مطبوعہ رکارڈ کے مطابق مولانا سید احمد حسن امروہوی پہلے استاذ اور صدر مدرس مقرر ہوئے۔ ملاحظہ ہو: تاریخِ شاہی نمبر، ماہنامہ ندائے شاہی، مراد آباد ص ۱۴۶، یہی مولانا فریدی نے بھی لکھا ہے۔ (مکتوبات سید العلماء ص ۲۹۶) مگر حضرت نانوتوی کے اس خط سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس مدرسہ میں سب سے پہلے صدر مدرس مولانا فخر الحسن گنگوہی تھے۔

۳۴۔ بھائی عبداللہ کی ہمشیرہ: اہلیہ محمد یٰسین، بھائی عبداللہ حضرت حاجی صاحب کے حقیقی برادر زادہ تھے، رام پور (منہیاران) میں قیام تھا وہیں وفات ہوئی۔ محمد یٰسین سے، محمد یٰسین خلف جمیل الدین نانوتوی مراد ہیں جو حضرت مولانا محمد قاسم کے ماموں زاد بھائی تھے، اچھے دولت مند شخص تھے، نانوتہ میں ان کی حویلی بڑے دروازہ کے نام سے مشہور تھی، یہ حضرت مولانا نانوتوی کے بہت قریب اور قابلِ اعتماد اصحاب میں تھے۔ اس قربت و قرابت کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا حافظ احمد (خلف حضرت مولانا محمد قاسم) سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند ان کو چچا کہتے تھے، مستفاد از نسب نامہ (صدیقیانِ نانوتہ) مؤلفہ مولانا مفتی محمود احمد نانوتوی ص ۸، اور سوانحِ قاسمی، گیلانی ص ۵۵۰ / ج ۱۔

۳۵۔ شیخ اسد علی: (حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے والد ماجد) شیخ اسد علی، خلف غلام شاہ بن محمد بخش، بن علاء الدین۔ ان کے تعارف کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے والد تھے، استاذ العلماء مولانا مملوک العلی کے ساتھ دہلی گئے فارسی درسیات، شاہ نامہ (فردوسی) تک پڑھیں۔ (سوانح مولانا محمد قاسم از مولانا محمد یعقوب طبع اول بھاولپور: ۱۲۹۷ھ) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فارسی میں اعلیٰ درجہ کی استعداد ہوگی، مگر نہایت سادگی پسند تھے خاندانی زمینوں اور

کاشت میں مشغول رہتے تھے، مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے الفاظ میں "حال ایسا تھا کہ گویا علم سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے تمام عمر کھیتی کی اور ویسے ہی عادات اور ڈھنگ قصبات کے سے تھے"۔ (ص ۳ - ۴) مگر اس سادگی اور محدود معاشی وسائل کے باوجود نہایت صاحبِ مروت و اخلاق، کنبہ پرور، مہمان نواز، نمازی اور پرہیز گار تھے (ص ۴)۔

شیخ اسد علی کے متعدد اولادیں ہوئیں مگر ان میں سے صرف حضرت مولانا محمد قاسم اور دو بیٹیاں مسمّاۃ امینہ ایک اور دختر (جن کا نام معلوم نہیں) حیات رہیں۔ (انوارِ قاسمی مولانا انوارالحسن شیرکوٹی۔ کراچی ص ۲۷ : ۱۳۸۹) ۔شیخ اسد علی حج نہیں کر سکے تھے مولانا محمد قاسم نے والد بزرگ کی جانب سے حج بدل کیا۔ (انوارِ قاسمی ص ۵۴۱ بحوالہ مذہبِ منصور) یہ مولانا نانوتوی کا آخری سفر حج تھا جو ۱۲۹۴ - ۱۲۹۵ھ میں ہوا۔ (تذکرہ مولانا محمد قاسم از مولانا محمد یعقوب ص ۲۶) شیخ اسد علی نے خاصی عمر پائی۔ حضرت مولانا محمد قاسم کے علوے شان اور علمی مراتب کا خود مشاہدہ کیا اور مولانا کی وفات سے صرف پانچ سال پہلے، ربیع الثانی ۱۲۹۲ھ (۲۱ مارچ ۱۸۷۵ء) کو دیوبند میں وفات ہوئی (جیسا کہ حضرت مولانا کے مکتوب ۴ سے معلوم ہو رہا ہے) ۔ دارالعلوم دیوبند کی زیر تعمیر بڑی مسجد اور جامعہ طبیہ کے احاطہ کے درمیان مزار ہے (یہاں یہ اطلاع بے محل نہ ہوگی کہ **اس مزار پر چند سال پہلے تک کتبہ نصب تھا جواَب موجود نہیں، جس کی وجہ سے قبر کی صحیح نشاندہی مشکل ہو جاتی ہے**)

۳۶۔ حافظ قادر بخش سہارنپوری: ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ صاحب حضرت حاجی امداد اللہ کے متوسل اور حضرت مولانا رشید احمد اور حضرت مولانا نانوتوی کے معتمد اور قریبی لوگوں میں سے تھے، حج کے لیے حاضر ہوئے تھے جیسا کہ حضرت نانوتوی کے اس خط میں ذکر ہے، واپسی پر حضرت حاجی صاحب نے ان کے ذریعہ سے متعدد اہم خط اور پیغامات بھجوائے تھے۔ حاجی صاحب کے متعدد خطوط میں اس کا ذکر ہے۔ "مرقوماتِ امدادیہ" صفحات ۳۸، ۵۶، ۸۸، ۸۹، ۹۲ (دہلی : ۱۹۷۹ء)۔

۳۷۔ مولانا قاضی محی الدین صاحب: مولانا قاضی محی الدین صاحب خلف نواب علی بن شبیر علی خاں جو نواب عظمت اللہ گورنر مراد آباد کی اولاد میں تھے، قاضی

وجدی الحسینی نے قاضی محی الدین کے والد کا نام شبیر حسن لکھا (تاریخ قضات و مفتیانِ بھوپال، ص ۲۸۴ بھوپال: ۱۹۸۶ء) نیز قاضی وجدی الحسینی نے نواب شبیر حسن کو جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے رہنماؤں میں شمار کیا ہے، مگر مولانا محمد میاں صاحب نے ان صاحب کا نام شبیر علی خان تحریر کیا ہے (علماءِ ہند کا شاندار ماضی ص ۲۶۸ ج ۴ مکتبہ محمودیہ لاہور: بلاسنہ) جو مراد آباد اور نواح میں معرکہ آرائیوں میں پیش پیش تھے۔ اس لیے قرین قیاس ہے کہ یہی نام صحیح ہو۔ درسی اور منتہیانہ کتابیں حضرت نانوتوی سے پڑھیں۔

حضرت مولانا نانوتوی کے درج بالا خط سے معلوم ہو گیا ہے کہ مولانا قاضی محی الدین استفادہ اور اصلاح و تربیت کے لیے حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں مکہ معظمہ حاضر ہوئے تھے، اور حضرت حاجی صاحب کے ایک خط بنام حکیم ضیاء الدین رامپوری سے یہ اطلاع بھی ملتی ہے کہ یہ سفر حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں ایک سال قیام کے ارادہ سے ہوا تھا۔ (مکتوب ۵۴ مرقوماتِ امدادیہ ص ۱۰۹)۔

مولانا، مدرسہ شاہی مراد آباد کے مہتمم مقرر کیے گئے، دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے سنہ ۱۳۱۲ھ سے ۱۳۴۷ھ تک رکن رہے، اور بھوپال میں قاضی بنائے گئے۔

ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ (جون ۱۹۲۷ء) میں وفات ہوئی۔ مزید معلومات کے لیے ملاحظہ ہو: تاریخِ شاہی نمبر ص ۵۶ ـ ۲۵۵ ماہنامہ ندائے شاہی (مراد آباد: ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء) تاریخ دارالعلوم دیوبند نمبر ص ۱۸۴ (الرشید، ساہیوال) نیز مضمون مولانا نسیم احمد فریدی۔ بر مولانا صدیق احمد مراد آبادی۔ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ / مارچ ۱۹۷۶ء حاشیہ ص ۳۱۔

یہاں دو وضاحتیں ضروری معلوم ہوتی ہیں:

الف: حضرت حاجی امداد اللہ نے ایک گرامی نامہ میں اپنے چند خلفاء کے نام تحریر فرمائے ہیں، جس میں مولانا محی الدین خاطر میسوری کا نام بھی شامل ہے۔ (مکتوب ۵۲ مرقومات امدادیہ ص ۱۰۶)۔ اس مکتوب کے حاشیہ پر مرقومات کے مرتب اور حاشیہ نگار مولانا سعید الدین رامپوری نے لکھا ہے کہ:

"یہ بزرگ مراد آبادی، سابق قاضی ریاست بھوپال ہیں" مگر اس اطلاع میں

سہو ہوا، مراد آباد کے محی الدین اور قاضی بھوپال وہ تھے جن کا اوپر تذکرہ ہے۔ محی الدین خاطر نہ مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ اور نہ کبھی بھوپال میں قاضی مقرر ہوئے۔

مولانا محی الدین میسور کے رہنے والے تھے، حیدر آباد دکن میں قیام پذیر تھے، حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں عرصہ دراز تک رہے، سنہ ۱۲۹۲ھ میں اجازت پائی۔ سنہ ۱۳۱۲ھ میں حضرت حاجی صاحب کے حالات پر فارسی میں ایک منظوم کتاب لکھی، مفصل سفر نامہ حج قلم بند کیا اور بھی متعدد تالیفات ہیں۔

ب: حضرت مولانا نانوتوی کے متعدد تلامذہ اور متوسلین کو بعض تذکرہ نگاروں نے حضرت مولانا کا مجاز بیعت بھی لکھا ہے مگر یہ صحیح نہیں، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے ایک گرامی نامہ، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے ایک خط، نیز مولانا کی تالیف "حالاتِ مولوی محمد قاسم" میں صراحت ہے کہ مولانا محمد قاسم نے کسی کو خلیفہ و مجاز نہیں کیا، لہذا حضرت مولانا کے جو متوسلین و تلامذہ مولانا کے مجاز بیعت سمجھے جاتے ہیں، تقریباً ان کو حضرت حاجی صاحب سے براہ راست استفادہ کی سعادت اور اجازت حاصل ہے۔

۱۸۵۷ء کے مآخذ ایک سرسری جائزہ

جناب خورشید مصطفےٰ صاحب رضوی امروہوی

تحریک ۱۸۵۷ء پر مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مواد اس کثرت سے موجود ہے کہ اس کا مختصر جائزہ بھی بڑا دشوار ہے اور ببلیو گرافی (کتابیات) کی تکمیل بھی، غیر مطبوعہ مآخذ تو برابر نکلتے رہے ہیں۔

سب سے زیادہ اہم ریکارڈ نیشنل آرکائیوز نئی دہلی میں ہے، جس کی ایک فہرست چھپ بھی چکی ہے۔ ان میں وہ کاغذات بھی ہیں جو لال قلعے سے برآمد ہوئے تھے، علاوہ ازیں محکمۂ خارجہ، داخلہ اور سیاسی کی خفیہ دستاویزات ہیں۔ ملٹری ریکارڈ مطبوعہ ہیں۔ پنجاب گورنمنٹ ریکارڈ جس میں دہلی رزیڈنسی ریکارڈ بھی شامل ہے۔ اہم معلومات کا مجموعہ ہیں اور چار جلدوں میں طبع ہوئے ہیں۔

مختلف صوبوں کے اسٹیٹ آرکائیوز میں مقدمات کی کاروائیاں ہیں اور اضلاع میں محافظ خانہ کلکٹریٹ میں سرکاری ریکارڈ ہے۔

لندن کی انڈیا آفس لائبریری میں کارآمد مواد کا ذخیرہ ہے جس میں وہ مواد بھی شامل ہے جو مشہور مؤرخ جون ولیم کیئی (John William Kaye) نے استعمال کیا۔ بینی مادھو کے خط ہیں، جو ایک انگریز کو لکھے گئے۔ دہلی کے ایک انگریزی جاسوس کیدارناتھ کا روزنامچہ ہے۔ منشی منوہر لال کا روزنامچہ ہے جو بریگیڈیر چمبرلین (Brig. Chamberlain) کے لیے لکھا گیا اور بعد میں ولیم کیئی کو ملا، جنرل نیل (Gen. Neill) کی ڈائری اور خط و کتابت بھی یہاں محفوظ ہے۔ علاوہ ازیں مبارک شاہ کوتوال دہلی کا بھی ایک روزنامچہ (قلمی) ہے۔

برٹش میوزم لندن میں بھی بہت کچھ مواد ہے جس میں سندھ اور پنجاب کی جنگوں سے متعلق بھی ہے۔ بے شمار ذاتی خطوں کے بنڈل ہیں جو فوجی

افسروں کے ہیں اور واقعات کا چشم دید بیان ہے مشہور مؤرخ جارج ولیم فارسٹ (G.W. Forrest) کے کاغذات اور خط دو جلدوں میں ہیں - سر ہنری ہیو روز (H. Hugh Rose) کے کاغذات، خط اور ڈائریاں ہیں -

حیدر آباد اسٹیٹ آرکائیوز میں چند نایاب کتابیں، مثلاً حسین بلگرامی کی "مرقع عبرت" اور "میموئرز آف سالار جنگ" (۱۸۸۳ء) (Memoirs of Salar Jang) مدد علی کی "ریاض مختاریہ" - چراغ علی کی "حیدر آباد انڈر سالار جنگ (Hyderabad Under Salar Jang)" چار جلد (۱۸۸۶ء) - مہدی علی کی "حیدر آباد افیرز" ۱۲ جلد (۱۸۸۴ء) وغیرہ ہیں - حال ہی میں "فریڈم اسٹرگل ان حیدر آباد (Freedom Struggle in Hyderabad)" دو جلدوں میں طبع ہوئی ہے -

وسطِ ہند کے حالات پر نیشنل آرکائیوز کے علاوہ دھار اسٹیٹ آرکائیوز میں ڈائریاں اور روز نامچے ہیں اور "مالوہ اخبار" کے فائل ہیں - پنجاب اسٹیٹ آرکائیوز پٹیالہ میں پنجاب اور ہریانہ پر مواد ہے - ڈسٹرکٹ ریکارڈ روم وغیرہ میں سنہ ۵۷ء پر تاریخی نوٹ اور متفرق ریکارڈ میں پھانسی پانے والوں کی فہرست ہے -

ہم عصر کتابوں میں اہم "ریڈ پمفلٹ" (Red Pamphlet) ہے یہ جی بی میلیسن کی تصنیف ہے - اس میں ڈلہوزی (Dalhousie) اور کیننگ (Canning) پر تنقید کی گئی ہے - ایک اور معروف شخص جس نے اپنے احباب اور انگلینڈ کے عوام کو باخبر رکھنے کا عزم کیا الگزینڈر ڈف (Alexander Duff) ہے، جس کے خطوط اخبارات میں اور پھر کتابی صورت میں چھپے - بہت سے انگریزوں کی یادداشتیں اور ڈائریاں، ذاتی خطوط وغیرہ ماہانہ قسطوں میں "انلس آف انڈین ریبلین (Annals of Indian Rebellion) مئی تا نومبر ۱۸۵۹ء میں کلکتے سے شائع ہوئیں، جس سے تاریخی مواد کو جانچنے میں مدد ملتی ہے - ۵۷ - ۱۸۵۸ء میں بہت سے اہم کام منظر عام پر آئے جن کی پوری فہرست اور تذکرہ بہت دشوار ہے - اسی دور میں دہلی گزٹ کے سابق ایڈیٹر کی کتاب "دی انڈین میوٹنی The Indian Mutiny" سامنے آئی - ولیم ایڈورڈس (William Edwards) مجسٹریٹ بدایوں نے کتابی صورت میں یادداشت لکھی (اردو ترجمہ "مصائبِ غدر") اور ایک

پمفلٹ " واقعات اور تاثرات " (Facts and Reflactions of the Rebellion) بھی لکھا۔ اس نے اعتراف کیا ہے کہ عوام میں انگریزوں کو اجنبی اور غیر ملکی سمجھنے کا احساس موجود تھا، یہ احساسات دیہاتی عوام میں بھی موجود تھے، جنھیں قومی جذبات کہا جاسکتا ہے۔ متھرا کے مجسٹریٹ تھارن ہل (Thornhill) نے بھی اپنی یادداشت کتابی صورت میں قلم بند کی۔ وَیلس ڈنلپ (Wallace Dunlop) نے اپنے تجربات اور مشاہدات بیان کیے۔ سہارن پور کے رابرٹسن (Robertson) نے بھی مقامی حالات بیان کیے ہیں، جن میں ہندوستانیوں سے تعصب آشکار ہوتا ہے۔ پٹنہ کے کمشنر ٹیلر نے کئی پمفلٹ لکھے اور بتایا ہے کہ وہابی علماء جو بغاوت کے دس سال بعد باغیانہ سرگرمیوں میں ماخوذ ہوئے، ۱۸۵۷ء کی سازشوں میں پیش پیش تھے۔ ایک مصنف شیرَر (Sherer) نے ریٹائر ہونے کے بعد کتاب لکھی اور فتح پور اور باندہ وغیرہ کے چشم دید حالات تحریر کیے۔

انگریز عورتوں کی بھی بے شمار یادداشتیں ہیں، جن میں غالباً سب سے اہم مسز ہورٹسٹ انگلیسی (Mrs. Hortestet Inglisi) کی سرگذشت ہے جو فرانسیسی نژاد تھی۔ اس کی یادداشت پہلے فارسی اور پھر اردو میں ترجمہ کی گئی۔ (فارسی میں "خانم انگلیسی دربلوائے ہندوستان" اور اردو میں "ایام غدر" مترجم ظفر حسن عاصی امروہوی)۔ اس کتاب میں کانپور کے اصل واقعات بیان کیے ہیں جو انگریزوں کی لکھی ہوئی تاریخوں کی صریحی تردید ہیں۔ اس عورت نے نانا صاحب کو کانپور کے قتل عام سے بری قرار دیا ہے اور ستی چورا گھاٹ پر قتلِ عام کی وجہ بیان کی ہے۔ اس لحاظ سے کتاب بہت اہم ہے۔

محاصرہ دہلی کی یادداشتوں میں بھی بے شمار کتابیں ہیں، جے ای ڈبلو روٹن (J.E.W. Rotton) نے، جو دہلی فیلڈ فورس (Delhi Field Force) میں تھا چیپلین نریٹو (Chaplain Narrative) کے عنوان سے ۱۸۵۸ء میں لکھی۔ کیوبراؤن (Cavebrowne) نے "پنجاب اور دہلی ۱۸۵۷ء میں" (۱۸۶۱ء)، شائع کی۔ کیتھینگ اور گرتھڈ (Keith Young and Greathed) کے خطوط کتابی

صورت میں چھپے جن سے بعض خفیہ حالات اور کاروائیاں سامنے آتی ہیں ۔ ڈبلو ٹی گروم (W.T. Groom) کے خط بھی کتابی صورت میں چھپے (۱۸۹۴ء) جو جنرل ہیولاک (Havelock) کا ماتحت ایک افسر تھا ۔ لارڈ رابرٹس (Lord Roberts) کے خطوط کا مجموعہ بھی شائع ہوا ۔ موبرے تھامسن (Mowbray Thaomson) اور شیفرڈ اور ٹریلویان (Shepherd and Trevelyan) نے کتابی صورت میں کانپور کے حالات لکھے ہیں ۔ لکھنؤ کے محاصرے کی بھی متعدد یادداشتیں ہیں ۔ محصور انگریزوں میں سے دو نے تاریخ بیان کرنے کی کوشش کی ہے، ان میں مارٹن گبنس (Martin Gubbins) کی کتاب "میوٹنیز ان اودھ (Mutinies in Oudh) (۱۸۵۸ء) اہم کتاب ہے دوسرا مصنف میکلائڈ اِنس Mcleod Inns ہے جس نے اوَدھ کی بغاوت پر اپنے انداز میں روشنی ڈالی ہے ۔

جون کیئی (John Jaye) ایک ایماندار مؤرخ کسی حد تک کہا جاسکتا ہے جس نے ہسٹری آف سیپائے وار" (History of Sepay War) لکھی ۔ اسی مورخ نے ایک اور ہسٹری ترتیب دی جسے پورا کرنے کے لیے وہ زندہ نہ رہ سکا، اور یہ کام جی بی میلیسن (G.B. Malleson) نے پورا کیا، مگر وہ غیر جانبدار نہیں رہا ۔ ٹی رائس ہومز (T. Rice Holmes) نے بہترین تاریخ لکھنے کا دعوی کیا مگر غیر جانبداری سے وہ بھی نہ لکھ سکا ۔ بعض واقعات کا اس نے دفاع کرنا چاہا مثلاً چربی والے کارتوسوں کے متعلق وہ قابلِ یقین شہادت نہیں مانتا جب کہ یہ ثابت ہے کہ وہ گائے اور سور کی چربی سے چکنے کیے گئے تھے ۔

ہومز (Holmes) سے زیادہ مقبول کام فٹ چٹ (W.H. Fitchett) نے کیا ہے ۔ جارج فارسٹ (G.W. Forrest) نے بھی بغاوت پر بہتر کام کیا ۔ ایلون وڈ (Elvelyn Wood) نے فوجی خدمات انجام دی تھیں، اس نے بہت بعد میں متوازن انداز میں لکھا۔

ہندوستانی مصنفوں نے زیادہ تر اپنا دفاع کیا ہے ۔ سمبھو چندر مکھوپادھیائے (Sambho Chandra Makhopadhaya) نے ہندوستانیوں کی وفاداری کی مثالیں جمع کی ہیں ۔ کشوری چند مترا (Kishori Chand

Mitra) نے بغاوت، ملٹری تک محدود بتائی۔ سب سے اہم سر سید ہیں جنھوں نے "اسباب بغاوت ہند" اور "خیر خواہ مسلمانان ہند" (دو حصہ) لکھی۔ انھوں نے بجنور میں انگریزوں کو بچانے اور باغی رہنماؤں کو فریب دینے میں نمایاں حصہ لیا۔ انھوں نے "تاریخ سرکشی بجنور" بھی اپنے نقطۂ نظر سے لکھی۔ "اسباب بغاوت ہند" ایک غیر جانبدارانہ جائزہ ہے، گویا "خوگر حمد" سے "تھوڑا سا گلہ" ہے۔ حالی نے ان کی سوانح حیات "حیات جاوید" میں لکھا ہے کہ ایک دربار کے موقع پر ایک انگریز ان پر سخت برہم ہوا کہ یہ کتاب ایک باغیانہ فعل ہے، اس پر سر سید نے فرمایا کہ میں نے سب کا پیاں انگریزی ترجمہ کرا کے لندن پارلیمنٹ کے ممبروں کو بھیج دی تھیں۔ یہاں کسی کو نہیں دکھائی ہے۔

دورانِ بغاوت دہلی کے تھانیدار معین الدین حسن اور جیون لال کے روز نامچے انگریزی ترجمہ کر کے تھوفیلس مٹکاف (C.T. Metcalfe) نے شائع کیے۔ معین الدین کی یادداشت کا اصل نسخہ "خدنگِ غدر" کے عنوان سے حال ہی میں (۱۹۷۲ء) طبع ہو چکا ہے۔ ایک بنگالی کلرک نے جو بریلی کیولری رجمنٹ سے منسلک تھا، اپنی یادداشت لکھی جو باغی لیڈروں کے بارے میں مواد مہیا کرتی ہے۔ مہاراشٹر کے ایک برہمن نے، جو بغاوت کے دوران جھانسی میں تھا، چھبیس سال بعد یہ حالات لکھے۔ بجنور کے حالات پر بھی ایک روز نامچہ (قلمی) ہے۔ لکھنے والے کا نام نہیں ہے اور صرف "روز نامچہ غدر متعلق ضلع بجنور" عنوان دیا گیا ہے۔ شروع اس طرح ہوتا ہے:

> "جب کہ میرٹھ بتاریخ پندرھویں رمضان شریف ۱۲۷۳ھ مطابق دسویں مئی ۱۸۵۷ء کو فساد ہوا۔ اور جہاں اس فساد کی خبر پہنچی مفسدوں کی نیت بگڑنا شروع ہوئی اور اکثر اضلاع میں غدر ہو گیا ----------"

یہ روز نامچہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لائبریری میں موجود ہے اور میں ممنون ہوں جناب ضیاالدین انصاری کا، جنھوں نے مجھے معلومات فراہم کیں۔ اس روزنامچے میں ۲۵ اپریل ۱۸۵۸ء تک حالات درج ہیں۔ علاوہ ازیں ایک روز نامچہ

عبداللطیف کا دہلی سے متعلق ہے جسے فارسی سے ترجمہ کر کے پروفیسر خلیق احمد نظامی نے مرتب کیا ہے۔

ہندوستانی مصنفوں میں سب سے بہتر کام ونائک دامودر ساورکر V.D. Savarkar کا ہے جس نے "انڈین وار آف انڈی پنڈینس" (Indian War of independence" (ہندوستان کی جنگ آزادی) ۱۹۰۷ء میں لکھی۔ مجموعی طور پر یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہندوستانی تاریخ کے کسی پہلو پر اتنا نہیں لکھا گیا جتنا ۱۸۵۷ء پر ہے۔ سوانح کو اگر نظر انداز بھی کیا جائے تو بھی یہ تعداد چار سو تک پہنچتی ہے۔

اردو میں کنہیا لال کی "محاربۂ عظیم" (۱۸۸۹ء) اور مکند لال کی "تاریخ بغاوتِ ہند" ہے۔ بعد میں خواجہ حسن نظامی نے چند کتابیں اس موضوع پر شائع کیں۔ ظہیر دہلوی نے چشم دید حالات "داستانِ غدر" لکھے جو ان کی موت کے بعد ۱۹۱۲ء میں شائع ہوئی۔ فتح محمد تائب کی مثنوی "تاریخ احمدی" (قلمی) میں مولانا احمد شاہ کے حالات نظم میں بیان کیے گئے۔ فارسی میں ایک مثنوی "فیروزی نامہ" (قلمی) امروہہ کے سید محمد امین غازی کی لکھی ہوئی ہے۔ مولانا فضل حق خیر آبادی کی عربی تصنیف "الثورة الهندیه" (اردو ترجمہ "باغی ہندوستان" از عبدالشاہد شیروانی) اور مولوی جعفر تھانیسری کی "تاریخ عجیب" (۱۸۸۵ء) بھی اہم کتابیں تھیں۔ پنڈت سندر لال کی "بھارت میں انگریزی راج (ہندی) بھی نایاب معلومات کا ذخیرہ ہے جس کے ایک حصے کا ترجمہ "سن ستاون" کے عنوان سے اردو میں طبع ہوا ہے۔ عتیق صدیقی کی دو کتابیں اخبارات اور دستاویزات پر ہیں۔

ایک اور مورخ آر سی مجمدار R.C. Majumdar کی کتاب میں کچھ نئی معلومات نہیں مگر ایک مخصوص زاویۂ نظر سے جائزہ لیا گیا ہے۔ بغاوت کو قومی تحریک یا جنگ آزادی کہنے میں تامل کیا ہے۔ یہ بھی اندازہ لگایا ہے کہ بغاوت میں تحریکِ ولی اللہی (وہابی) کے علماء نے حصہ نہیں لیا اور وہ ہندوؤں سے تعاون پسند نہ کرتے تھے جو کہ واقعات کے آئینے میں بالکل غلط ہے۔ سریندر ناتھ سین (Surendranath Sen) نے حکومتِ ہند کے ایما پر متوازن اور اہم ترین کام

کیا ہے، لیکن اس سے بھی اہم کام ایس بی چودھری (S.B. Choudhury) کا ہے، جنھوں نے تمام ہم عصر، اصل اور نایاب مواد کی چھان بین کے بعد بغاوت میں عوام کی شرکت اور اس قومی روپ کو نکھارا ہے جو اکثر جگہ اوجھل رہا یا رکھا گیا تھا۔ چودھری کی تین کتابیں اس موضوع پر نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔

اودھ پر جو اہم کتابیں ہیں۔ ان میں فارسی کی قلمی کتب میں ظہیر بلگرامی کی "اسرار واجدی" لال جی کی "مرآة الاودھ" رتن سنگھ زخمی کی "سلطان التواریخ" وغیرہ ہیں۔ اردو میں قلمی کتب "شکوہ فرنگ" اور "افسانۂ لکھنو" از سیادت حسن سید جلال الدین۔ "تاریخ آفتاب اودھ" از محمد تقی اور "تاریخ ممتاز" وغیرہ ہیں۔ مطبوعہ کتب میں "بوستان اودھ" از درگا پرشاد۔ "وزیر نامہ" از امیر خاں۔ "احسن التواریخ" از آغا حسن۔ "قیصر التواریخ" از کمال الدین۔ "افضل التواریخ" اور "احسن التواریخ" از رام سہائے تمنا کے علاوہ نجم الغنی کی "تاریخ اودھ" قابل ذکر ہے۔ حال ہی میں جی ڈی بھٹناگر (G.D. Bhatnagar) کی انگریزی کتاب "اودھ انڈر واجد علی شاہ" (Oudh Under Wajid Ali Shah) سامنے آئی ہے اس کے علاوہ انگریزی میں دو اور کتابیں اودھ میں سنہ ۵۷ء کی بغاوت پر ہیں آر کے مکرجی کی "اودھ ان رولٹ" (Oudh in Revolt) " اور جون پیمبل (John Pemble) کی اسی موضوع پر شائع ہوئی ہیں۔ رئیس احمد جعفری نے "واجد علی شاہ اور ان کا عہد" کے عنوان سے ضخیم کتاب مرتب کی ہے۔ سب سے اہم کام یوپی گورنمنٹ کی طرف سے ایک ضخیم کتاب " فریڈم اسٹرگل ان اتر پردیش (Freedom Struggle in U.P.) پانچ جلدوں میں ہے، جسے اے اے رضوی نے ترتیب دیا اور تمام سرکاری ریکارڈ یکجا کر دیا ہے۔

ہم عصر اخبارات و رسائل کا ذخیرہ نیشنل لائبریری کلکتہ، نیشنل آر کائیوز نئی دہلی، مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ وغیرہ میں محفوظ ہے۔ انگریزی اخبارات اور رسالوں میں، بنگال ہر کارو (Bangal Harkaroo)، انڈیا گزٹ (India Gazette)، ہندو پٹریاٹ (Hindu Patriot)، فرینڈ آف انڈیا (Friend of India)، انگلش مین۔ ملٹری کرانیکل (سب کلکتے سے شائع شدہ)۔ اورینٹل بمبئی

ٹائمز (Orieantal Bombay Times) ، کرناٹک ٹیلی گراف (Karnatak Trlligraph) ، السٹرٹیڈ لندن نیوز (illustrated London News) وغیرہ ہیں۔ اردو فارسی کے اخباروں میں "سراج الاخبار" (فارسی) دہلی، دہلی اردو اخبار (الظفر)۔ حبیب الاخبار بدایوں، کشف الاخبار بمبئی۔ صادق الاخبار دہلی۔ سحر سامری، لکھنؤ۔ طلسم، لکھنؤ۔ کوہ نور، لاہور۔ مالوہ اخبار، اندور۔ جام جہاں نما، کلکتہ۔ اسعد الاخبار، آگرہ سلطان الاخبار، (فارسی) کلکتہ۔ محب ہند، دہلی۔ راست گفتار، بمبئی۔ گلشن نو بہار، کلکتہ قابل ذکر ہیں۔ ان میں طلسم، کی ایک کاپی نیشنل آرکائیوز نئی دہلی اور مکمل فائل فرنگی محل لکھنؤ کے کتب خانے میں ہے۔ سحر سامری، کی ایک ناقص فائل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لائبریری میں ہے۔ مالوہ اخبار، کے فائل دھار اسٹیٹ ریکارڈ آفس میں ہیں۔

ذکر وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رئیس العلماء افضل الفضلاء شاہ عبد العزیز دہلوی سلمہ

اول ما نعیت الیہ نفسہ صلی اللہ علیہ وسلم بنزول سورۃ النصر فدعا فاطمۃ وسارّہا فاخذ
فی الاجتہاد والتعبد حتی صار کالشن البالی وکان جبرئیل یعرض علیہ القرآن فی کل عام مرۃ
فعرض فی ذلک العام مرتین وکان یعتکف عشرۃ فاعتکف عشرین واکثر من الذکر
والاستغفار وقالت ام سلمۃ کان لا یقوم ولا یقعد ولا یجیء ولا یذہب الا قال سبحان اللہ
وبحمدہ استغفر اللہ وصلی علی قتلی احد بعد ثمان سنین کالمودع لہم وکان ابتداء مرضہ
فی اواخر شہر صفر وکانت مدۃ المرض ثلاثۃ عشر یوما وکان ابتداء المرض لما قال
خاتمہ یوم الاربعاء وقبل یوم السبت ثم دخل یوم الاثنین فی بیت ابنتہ ثم توفی یوم الاثنین
الذی یلیہ وکانت اول مرضہ صلی اللہ علیہ وسلم صداع وحمی وکانت علی رسول اللہ صلی اللہ

مجموعہ فتاوی حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ)

(مکتوبہ در حیات حضرت شاہ صاحب)

ہمارے ذخیرہ کے چند نئے نوادر اور اضافے

نورالحسن راشد کاندھلوی

احوال و آثار کے پچھلے شماروں میں ہمارے علمی ذخیرہ کا کچھ ذکر آچکا ہے اللہ کے فضل و کرم سے اس میں موقع بہ موقع چھوٹے بڑے اضافے ہوتے رہتے ہیں، پچھلے چند مہینوں میں جو اہم اضافے ہوئے ان کا نہایت مسرت کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ اضافے وہ علمی عطیات اور نادر و اہم قلمی اور مطبوعہ کتابیں ہیں جو دو نامور ترین اور نہایت بلند پایہ علمی شخصیتوں نے عنایت فرمائی ہیں۔ پہلا عطیہ مورخ شہیر مولانا قاضی محمد اطہر مبارک پوری کا ہے، دوسرا فارسی کے برگزیدہ اور مایہ ناز عالم پروفیسر نذیر احمد صاحب علی گڑھ کا۔ اس عزت افزائی اور گراں قدر علمی عطیات کے لیے راقم سطور سراپا سپاس ہے، جزاھم اللہ تعالی خیرا! ان حضرات کے دلی شکریہ کے ساتھ ان کتابوں کا تعارف درج ہے:

o

حضرت مولانا قاضی محمد اطہر صاحب نے پانچ کتابیں عنایت فرمائی ہیں تین قلمی ایک نادر خطی نسخہ کا فوٹو اسٹیٹ اور ایک مطبوعہ تفصیل اس طرح ہے:

۱۔ مجموعہ فتاوی حضرت شاہ عبدالعزیز	(مکتوبہ درحیات شاہ صاحب)
۲۔ تفسیر آیت النور	ہر دو از تالیفات حضرت
۳۔ اسرار المحبہ	شاہ رفیع الدین صاحب
۴۔ اخبار الاصفیاء	تالیف، عبداللہ بن افضل محمد بن یوسف تمیمی انصاری اکبر آبادی
۵۔ تاریخ اسماء الثقات	حافظ ابن شاہین متوفی ۳۸۵ھ (۹۹۵ء)

الف: مجموعہ فتاوی حضرت شاہ عبدالعزیز، یہ مجموعہ، فتاوی اگرچہ مختصر و ناتمام ہے مگر اس وجہ سے نہایت قابلِ قدر ہے کہ یہ نسخہ حضرت شاہ عبدالعزیز نے اپنی خدمت میں حاضر ایک عالم، مولانا شیخ عبدالوھاب سریانوی مبارک پوری کو

مرحمت فرمایا تھا اور ہدایت فرمائی تھی کہ:

"تمہارے دیار میں ان دنوں اہلِ علم کم ہیں، تم ان (فتاوی) سے کام لینا، اور خلق اللہ کی ہدایت کر کے ان کو شرک و کفر اور بدعات سے روکنا"

اس روایت کی روشنی میں زیر تعارف نسخہ، فتاوی شاہ عبدالعزیز کا قدیم ترین معلوم مخطوطہ ہے۔

شیخ عبدالوحاب کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے شاہ نظام الدین نے اور کتابوں کے ساتھ یہ اہم نسخہ مولانا عبدالعلیم رسول پوری (صدر مدرس مدرسہ چشمہء رحمت غازی پور) کو دے دیا تھا، مولانا عبدالعلیم کے بیٹے مولانا عبدالباقی صاحب نے یہ نسخہ مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوری کو عنایت کیا اور قاضی صاحب نے اس قیمتی نسخہ سے ہماری عزت افزائی کی۔

اس نسخہ فتاوی کے ذریعہ سے مطبوعہ فتاوی شاہ عبدالعزیز کی تحقیق و تصدیق میں بہت مدد ملتی ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ مطبوعہ فتاوی عزیزی پر بداعتمادی اور اس میں الحاق و تصرف کی روایتیں مبالغہ آمیز ہیں۔

فتاوی عزیزی کے بعض رسائل و مندرجات کی وجہ سے اس کی حضرت شاہ عبدالعزیز کی طرف نسبت مشتبہ سمجھی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے اس مجموعہ فتاوی کی شاہ صاحب کی وفات کے ایک عرصہ بعد نا معلوم ذرائع اور غیر معتبر طریقہ پر جمع و تدوین عمل میں آئی ہے مگر یہ خیال صحیح نہیں، دیگر ذرائع اور مستند تاریخی مآخذ کے علاوہ فتاوی عزیزی کے زیر تعارف قلمی نسخہ سے بھی اس غلط خیال کی تردید ہوجاتی ہے نسخہ قاضی محمد اطہر صاحب کے علاوہ فتاوی شاہ عبدالعزیز کے کئی قدیم نسخے اور بھی دستیاب و معلوم ہیں (ایک قدیم قلمی نسخہ کا فوٹو اسٹیٹ ہمارے ذخیرہ میں　موجود ہے تعارف آئندہ سطور میں آرہا ہے)　مطبوعہ فتاوی شاہ عبدالعزیز کی تمہید میں اس کی صراحت ہے کہ یہ مجموعہء فتاوی (اس اشاعت کے وقت جمع اور تیار نہیں کیا گیا بلکہ) فتاوی شاہ عبدالعزیز کے ایک پرانے قلمی نسخے سے مقابلہ اور تصحیح کر کے شائع کیا گیا ہے　جو مولانا خلیل الرحمن برہان پوری

(مقیم حیدر آباد، دکن مصحح مطبع مجتبائی دہلی) کے ذریعہ سے حاصل ہوا اور خاندان حضرت شاہ ولی اللہ کے علماء کی تصنیفات کے سب سے بڑے خادم اور مصحح و ناشر مولانا محمد احسن نانوتوی (برادر خورد، مولانا محمد مظہر نانوتوی، یکے از بانیان مدرسہ مظاہرعلوم، سہارنپور) نے اس کی تصحیح کی۔ اس مجموعہ فتاوی کی پہلی جلد شوال ۱۳۱۱ھ (مئی ۱۸۹۴ء) میں، اور دوسری جلد مولانا محمد احسن کی وفات رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ (مارچ ۱۸۹۵ء) کے بعد سنہ ۱۳۱۴ھ میں مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوئی۔ اس سے پہلے مولانا محمد احسن حضرت شاہ ولی اللہ اور خاندان ولی اللہی کے علماء کی متعدد اعلی درجہ کی تصنیفات نہایت محنت، باریک بینی اور دقت نظر سے تصحیح کر کے اپنے مطبع صدیقی بریلی سے شائع کر چکے تھے، ان کتابوں میں حضرت شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین کا مقابلہ اور تصحیح و تحقیق، عقد الجید اور الانصاف فی اسباب الاختلاف کے اردو ترجمے سلک مروارید اور کشاف، نیز شاہ اہل اللہ کے فارسی ترجمہ کنز الدقائق کی (احسن المسائل کے نام سے) اردو ترجمانی وغیرہ شامل ہیں۔ مولانا محمد احسن کے قلم سے خاندان شاہ ولی اللہ کے علماء کی تصانیف کی آخری بڑی خدمت یہی فتاوی عزیزی کا مقابلہ اور تصحیح ہے۔

بہر حال فتاوی شاہ عبدالعزیز کا زیر تعارف قلمی نسخہ اس کتاب کے قدیم ترین خطی نسخوں میں سے ہے۔ اس نسخہ کے تعارف پر مولانا قاضی اطہر مبارک پوری کا ایک مختصر مضمون ہفت روزہ صدق جدید لکھنؤ (یکم ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ ۸ دسمبر ۱۹۷۲ء) میں شائع ہوچکا ہے۔ نسخہ مولانا قاضی محمد اطہر ہمارے ذخیرہ میں محفوظ فتاوی شاہ عبدالعزیز کا دوسرا اہم نسخہ ہے، اس کے علاوہ فتاوی شاہ عبدالعزیز، نیز خاندان ولی اللہی کے اکابر واصاغر شاہ ابوالرضا محمد، شاہ عبدالرحیم، حضرت شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ محمد اسماعیل شہید اور مولانا شاہ عبدالحی بڈھانوی اور شاہ محمد اسحاق وغیرہ (رحمہم اللہ تعالی) کی تحریرات و تالیفات خطوط اور فتاوی کے ایک اور اہم اور ضخیم مجموعے کا فوٹو اسٹیٹ بھی ہمارے ذخیرہ میں موجود ہے، اس مجموعے کی جمع و ترتیب شاہ محمد اسماعیل کی حیات میں (تقریباً

۱۲۴۲ھ میں)، شروع ہوئی اور شاہ صاحب کی شہادت (۱۲۴۲ھ) کے بعد تکمیل کو پہونچی یہ نسخہ فل اسکیپ سائز کے تقریباً ساڑھے پانچسو صفحات پر مشتمل ہے۔

ب۔ تفسیر آیت النور اور اسرار المحبہ حضرت شاہ رفیع الدین کی اہم ترین تالیفات میں شمار کی جاتی ہیں اور یہ دونوں کتابیں، مولانا عبدالحمید سواتی نے قلمی اور مطبوعہ نسخوں سے مقابلہ اور تصحیح کر کے سنہ ۱۳۸۲ھ میں گوجرانوالہ (پاکستان) سے شائع کی تھیں، مولانا سواتی کے سامنے دونوں کتابوں کے دو دو قلمی نسخے تھے جن پر متعدد علماء کی تصحیحات درج تھیں، مگر قاضی محمد اطہر صاحب کا عنایت کیا ہوا ہمارا یہ نسخہ مولانا سواتی صاحب کو دستیاب نسخوں سے صحت متن اور حسن تحریر کے علاوہ اس وجہ سے بھی ممتاز ہے کہ تفسیر آیت النور کے اس نسخہ میں استالیف پر حضرت شاہ عبدالعزیز کی پر زور تقریظ اور اس تقریظ سے پہلے شاہ رفیع قلم سے شاہ عبدالعزیز کا بہت شاندار تعارف تحریر ہے جو مطبوعہ نسخوں میں شامل نہیں ہے۔ مولانا شاہ رفیع الدین کا مولانا حسین احمد (۱) لکھنوی لندنی کے نام ایک خط (جو حضرت شاہ عبدالعزیز کی تعمیل حکم میں لکھا گیا ہے) اور مولانا حسین احمد کا جواب

---

(۱) مولانا حسین احمد خلف حاجی شاہ لکھنوی معروف بہ لندنی لکھنو میں پیدا ہوئے، مقامی علماء سے تعلیم حاصل کی پھر لندن چلے گئے وہاں بارہ سال قیام کیا۔ مزید تعلیم حاصل کی، وہیں شادی کر لی بعد میں لکھنو آ گئے تھے۔ یہیں شوال ۱۲۷۵ھ (مئی ۱۸۵۹ء) میں وفات ہوئی (نزہۃ الخواطر ج ۷، ص ۱۳۵-۱۳۸)۔ مگر مولانا عبدالحی حسنی نے لکھا ہے کہ ان کا نام محمد حسین نہیں تھا صحیح نام حسن علی ہے۔

تفسیر آیت النور کے زیر نظر نسخہ میں، نیز شیخ احمد بن محمد یمانی نے حدیقۃ الافراح (ص ۴۲۱ مطبوعہ کلکتہ ۱۲۲۹ھ / فروری ۱۸۱۴ء) میں، اور کریم الدین پانی پتی نے تذکرہ فرائد الدھر (ص ۳۸۹-۳۹۰ مطبع العلوم مدرسہ دہلی سنہ ۱۸۴۷ء) میں مذکورہ عالم کا نام حسین احمد لکھا ہے نسخہ اسرار المحبہ کا یہ نسخہ بہ ظاہر مولانا حسین احمد کی زندگی کا لکھا ہوا ہے اور احمد بن محمد یمانی کی مولانا حسین احمد سے خط و کتابت تھی نیز حدیقۃ الافراح اور فرائد الدھر دونوں مولانا حسین احمد کی حیات میں شائع ہو گئی تھیں ان میں سے کسی ایک مصنف کو بھی مولانا لندنی کا صحیح نام معلوم نہ ہو، قرین قیاس نہیں۔ مولانا عبدالحی حسنی نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے ان کے تمام رسائل و خطوط پڑھے ہیں نیز مولانا لندنی ان کی اور شاہ عبدالعزیز کی خط و کتابت بھی مولانا حسنی کی نظر سے گزری تھی لہذا مولانا حسنی کا قول بھی توجہ طلب ہے اور معاصر ذرائع سے مزید تحقیق کا منتظر۔

بھی اس نسخہ میں شامل ہے ۔ حضرت شاہ عبدالعزیز کی اس تقریظ پر تاریخ تحریر جمادی الاول ۱۱۹۶ھ (مئی ۱۷۸۲ء) درج ہے، یعنی تفسیر آیت النور تقریباً اسی مہینہ (جمادی الاول سنہ ۱۱۹۶ھ) میں لکھی گئی تھی ۔

ج ۔ اسرار المحبہ، تفسیر آیت النور کی اشاعت کے چند مہینوں کے بعد ہی (سنہ ۱۳۸۲ھ میں) گوجرانوالہ سے شائع ہو گئی تھی، مگر زیر تعارف نسخہ صحت متن میں تفسیر آیت النور نسخہ کی طرح بہ ظاہر مطبوعہ نسخہ سے فائق معلوم ہوتا ہے ۔ اسرار المحبہ سنہ ۱۲۱۴ھ میں تالیف ہوئی تھی حضرت شاہ رفیع الدین نے اس کی وضاحت فرمائی ہے، مگر مولانا سواتی نے اس طرف اشارہ نہیں فرمایا ۔ مصنف نے اس تالیف کے لیے پانچ نام تجویز کر کے حضرت شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں پیش کیے تھے حضرت شاہ عبدالعزیز نے اسرار المحبہ نام پسند فرمایا تھا، لہذا یہی نام رکھا گیا ۔

تفسیر آیت النور اور اسرار المحبہ کے زیر تعارف نسخے ایک ہی کاتب کے لکھے ہوئے ہیں اور ایک ساتھ مجلد ہیں، کاغذ مضبوط اور سفید ہے، کہیں کہیں سے کیڑے نے چاٹ لیا ہے مگر کتاب کا متن محفوظ ہے، عبارت کو بہت کم نقصان پہنچا ہے ۔ تحریر ایسی عمدہ پختہ اور خوبصورت ہے کہ دونوں کا جوں کا توں عکس شائع کیا جاسکتا ہے ۔ متن کی صحت اور حسن کتابت کی وجہ سے یہ دونوں نسخے تفسیر آیت النور، اور اسرار المحبہ کے تمام نسخوں میں غالباً صحیح ترین اور سب سے عمدہ نسخے شمار ہوں گے، مگر اس صحیح اور خوش نویس کاتب نے اپنا نام اور سنہ کتابت درج نہیں کیا، تاہم کاغذ وغیرہ سے یہ تاثر ملتا ہے کہ یہ نسخے حضرت شاہ رفیع الدین کے قریبی زمانے کے لکھے ہوئے ہیں ۔ بہت بعد کے نہیں ہیں ۔ تفسیر آیت النور اور اسرار المحبہ کی تازہ اشاعت اور حضرت شاہ رفیع الدین کی تالیفات کے تعارف میں ان دونوں نسخوں سے استفادہ نا گزیر ہے ۔

د ۔ اخبار الاصفیاء، شروع گیارہویں صدی ہجری کی تالیف ہے، جس کو ابوالفضل اور فیضی کے بھانجے عبدالصمد بن افضل محمد بن یوسف نے حضرت شیخ عبدالحق کی مشہور کتاب اخبار الاخیار کی تالیف کے چند سال بعد (تقریباً سنہ ۱۰۱۵ھ

۱۶۰۶ء میں) مرتب کیا ہے۔ اخبار الاصفیاء ایک اہم تذکرہ ہے جس کے ذریعہ سے بعض ایسی معلومات حاصل ہوتی ہیں جو کہیں اور نہیں ملتیں۔ مولف نے شیخ عبدالحق کے تذکرہ (اخبار الاخیار) سے استفادہ کیا ہے اور کہیں کہیں وہ ان کی معلومات پر اضافہ بھی کرتا ہے، اخبار الاصفیاء میں متعدد ایسی شخصیتوں کا بھی ذکر ہے جن کا شیخ عبدالحق کے یہاں تذکرہ نہیں ملتا۔ عبدالصمد تمیمی اکبر آبادی نے اپنے والد، اجداد اور ننہیال کے افراد میں سے اپنے نانا شیخ مبارک کا بہت محبت اور عقیدت کے ساتھ ذکر کیا ہے، شیخ مبارک وغیرہ کے جو حالات عبدالصمد نے بیان کیے ہیں اس کے بعض اندراجات شیخ مبارک کے متعلق معلومات کے سرمایہ پر اضافہ ہیں۔

یہ تذکرہ ۱۵۶ اوراق (۳۱۲ صفحات) پر مشتمل ہے۔ ذی قعدہ ۱۱۶۰ھ (نومبر ۱۷۴۷ء) میں آرکاٹ میں ناصر الدین محمد بن نظام الدین احمد نے اس کی کتابت کی ہے۔ تحریر نہایت پختہ اور عمدہ ہے۔ یہ نسخہ متعدد اہم شخصیتوں کے زیر مطالعہ رہا ہے۔ مشہور صوفی اور تذکرہ نگار سید عبدالفتاح گلشن آبادی (مولف مفتاح العارفین و تذکرۃ الاولیا وغیرہ)، کے کتب خانہ کی مہر اور ملکیتی تحریر کئی جگہ ثبت ہے، ایک دو جگہوں پر شیخ عبدالفتاح کے قلم سے حاشیہ بھی درج ہے۔ قاضی صاحب نے اس کتاب کے فوٹو اسٹیٹ کی اجازت عطا فرمائی اور اصل خطی نسخہ سے استفادہ کی سہولت بخشی۔

اخبار الاصفیاء پر مولانا قاضی محمد اطہر مبارکپوری کا تعارفی مضمون خدابخش لائبریری جرنل پٹنہ (شمارہ ۶۹ تا ۷۲، ۱۹۹۲ء) میں شائع ہو چکا ہے۔

۵۔ تاریخ اسماء الثقات، حافظ ابن شاہین بغدادی (وفات ۳۸۵ھ / ۹۹۵ء)، جو قاضی صاحب نے جامع مسجد بمبئی کے کتب خانہ کے نسخہ سے مرتب کی ہے اور بمبئی سے ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی ہے ان کتابوں میں شامل ہے جو قاضی صاحب نے عنایت کی ہیں۔

* * *

دوسرا لائق صد تشکر تحفہ پروفیسر نذیر احمد صاحب علی گڑھ کا ہے۔ محترم پروفیسر صاحب نے ہمارے ذخیرہ کے لیے درج ذیل قابل قدر کتابیں ارسال فرما کر ادارہ کی عزت افزائی کی ہے جس کی ہمیں خوشی ہے اور ہم اس کرم فرمائی کے لیے نہایت ممنون ہیں۔

۱۔ روضات الجنات فی اوصاف مدینۃ ہرات

تالیف: معین الدین محمد الزمجی الاسفزاری

تحقیق ڈاکٹر محمد اسحاق (علی گڑھ: ۱۳۸۰ھ)

۲۔ تاریخ محمدی مرزا محمد حاتم بدخشی مرتبہ مولانا امتیاز علی عرشی

(مطبوعہ رام پور علی گڑھ۔ ۱۹۶۰ء)

۳۔ افاضل جخند مرتبہ ڈاکٹر ریحانہ خاتون (دہلی: ۱۹۹۰ء)

۴۔ مکاتب سنائی مرتبہ پروفیسر نذیر احمد صاحب

(علی گڑھ، رام پور: ۱۹۶۰ء)

۵۔ دیوان سید سراج الدین خراسانی معروف بہ سراجی

مرتبہ پروفیسر نذیر احمد صاحب (علی گڑھ: ۱۹۷۲ء)

۶۔ فہرست نسخہائے خطی و چاپی دیوان حافظ در ہند

مرتبہ ڈاکٹر شریف حسین قاسمی (دہلی: ۱۴۰۹ھ)

نسخہ بیکفار دوست پرستان می شود پس از صحبت کراہت پیدا میکند

واللہ اعلم تمام شد [illegible] من تصنیفات مولانا [illegible]

شاہ عبدالعزیز محدث [illegible]

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی نبیہ الذی لا نبی بعدہ وعلی
واصحابہ الذین نالوا رفدہ وبعد فان الاخ الفذ البذ المتخلق من طیب الخلال
بماطاب ولذ البارع فی فنون الکمال برمتہا القارع قدمہ علی شامخات العلی
بجمتہا سلالۃ الاکابر العارفین الفائز من بحار اسرارہم القدسیۃ بما معین
محمد رفیع الدین زادہ اللہ فی طول کمالہ وعرضہ وبسط فی فسحۃ سمائہ وارضہ التحفنی
برسالۃ وجیزۃ بل جوہرۃ عزیزۃ تحتوی علی نکت مخترعۃ ہوا ویجدتہا وتنطوی علی
فقر مفترعۃ لم یسبق الی اسوتہا موقفہ لتفسیر کلام اللہ المجید فی آیۃ النور وکشف
القناع عن وجوہ حور تلک المعانی المقصورات من الاعجاز فی القصور فاہجت
فیہا حق الامعان فاستحسنتہا غایۃ الاستحسان فلعمری لقد اتی فی ہذا
الباب بالعجب العجاب ومیز القشر عن اللباب ونور مصابیح زجاجات
القلوب وروح الارواح ببدیع الاسلوب فللہ درہ ما اوفی نظرہ
واحلی ثمرہ واطیب خبرہ ومخبرہ ہذا والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ علی سیدنا
محمد والہ وصحبہ اجمعین کتب ہذہ الاسطر تقریظا الفقیر المنزوی عبد العزیز
بن الشیخ الاجل الابجل حکیم الامۃ المصطفویۃ وزکیہا عارف الفرقۃ
المحمدیۃ وولیہا احمد بن عبد الرحیم الدہلوی عفی اللہ عنہ والحقہ بسلفہ
الصالحین لبیں وکان ذلک فی اواخر جمادی الاولی المنسلک فی شہور العام
السادس والتسعین بعد الالف ومائۃ
من السنین الہجرۃ علی مہاجرہا افضل السلام
واکرم التحیۃ

(تقریظ حضرت شاہ عبد العزیز محدث ؒ
برآیت النور تالیف حضرت شاہ رفیع الدین ؒ)

نئی کتابیں، کچھ تذکرہ و تبصرہ

نورالحسن راشد کاندھلوی

خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم و تربیت،
تالیف۔ مولانا قاضی اطہر مبارکپوری۔
تین سو بانوے صفحات، کتابت طباعت عمدہ قیمت ۱۰۰ روپئے۔
ناشر: شیخ الہند اکیڈمی، دارالعلوم دیوبند۔

امت مسلمہ کا دینی تعلیمی نظام بلاشک و شبہ صفۂ نبوی اور اس کے بعد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نظام تعلیم و تربیت سے وابستہ اور اسی کا ایک پرتو ہے، مگر خود حضرات صحابہؓ نے جو نظامِ تعلیم بنایا تھا اور جس نہج پر وہ اپنے شاگردوں اور متعلقین کی تعلیم و تربیت کرتے تھے وہ کیا تھا، اس کا کیا نہج تھا، کیا طریقۂ تعلیم و تربیت تھا، کن کن صحابۂ کرام اور تابعین کے اپنے تعلیمی حلقے تھے اور ان حلقوں میں کیا کیا علوم کس طریقہ سے پڑھائے جاتے تھے اور ہمارے موجودہ تعلیمی نظام میں کیا کیا چیزیں اس مبارک دور کی یادگار ہیں اور کون کون سی باتیں ایسی ہیں جنھیں فراموش کر دیا گیا ہے، (جس کی وجہ سے ہمارا نظام تعلیم تیزی سے روبہ زوال ہے،) ان سب باتوں سے واقفیت اور حضرات صحابہ کرامؓ کے طریقۂ تعلیم و تربیت سے استفادہ اور رہنمائی حاصل کرنے کے لیے ایک ایسی عالمانہ کتاب کی ضرورت تھی جو اس موضوع پر کی معلومات کی جامع ہو اور اس کی مدد سے ہم خیر القرون کے طریقۂ تعلیم و تربیت سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے نظام تعلیم اور طریقۂ تدریس و تربیت میں نئی روح دوڑا سکیں اس ضرورت کو مولانا قاضی محمد اطہر مبارکپوری کی اس تالیف "خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم و تربیت" نے بہت اچھی طرح پر پورا کیا ہے۔

اس کتاب میں قاضی صاحب نے حضرات صحابہؓ کے مدارس، طلبا، نصاب تعلیم، اوقات تعلیم، ترتیب تعلیم، طلباء کی آمد و رفت، قیام اور حضرات صحابہؓ

کرام کی مختلف علوم وفنون میں جامعیت، مسجدوں میں تعلیمی حلقوں کا قیام، ان حلقوں کے اوقات اور تقسیم کار، اور ان سے متعلق تقریباً سبھی گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے جس میں بعض باتیں ایسی ہیں کہ جو اگرچہ ہمارے سب مدارس میں رائج ہیں مگر شاید ہی ان کو حضرات صحابہ کرامؓ کا عمل سمجھ کر اور ان کی تقلید کی نیت سے کیا جاتا ہو، مثلاً مدرسوں کے اوقات طلوع آفتاب سے ضحیٰ عالی (دس گیارہ بجے) تک اور ظہر کے بعد سے عصر تک، جمعہ کی چھٹی، طلباء کے لیے وظیفہ کا انتظام اور مکتب میں بچوں کو تختی لانے کی ہدایت بھی حضرت عمرؓ کی اولیات میں سے ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور چیز جس کا حضرات صحابہ کرامؓ کے عہد میں بھی اہتمام تھا اور اس پر خاص توجہ فرمائی جاتی تھی وہ بچوں کو شہ سواری، تیراکی اور شعر و ادب کی تعلیم کی ہدایت ہے، حضرت عمرؓ نے فرمان جاری کیا تھا۔

"اما بعد، فعلموا اولاد کم السباحة والفروسية، وردوهم ماسار من المثل و حسن الشعر"

"تم لوگ اپنی اولاد کو تیراکی اور گھوڑ سواری کی تعلیم دو اور ان کو اچھے اچھے امثال و اشعار پڑھاؤ، یاد کراؤ"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فنون اور اس سے ملتے جلتے فن اور ہنر دینی تعلیم کا ایک حصہ ہیں ان کو دینی مدارس کے نصاب تعلیم میں ضرور شامل ہونا چاہیئے۔ حالانکہ ان میں سے بعض چیزوں کو بعض جگہوں پر دینی تعلیم اور دینداری کے خلاف سمجھا جاتا ہے ـــــ

نیز حضرت عمرؓ اپنی آل و اولاد کو قرآن کی تعلیم کا حکم دیتے تھے اور کہتے تھے کہ تم لوگ ابتدا میں طِوال مفصل کی سورتیں پڑھاؤ، وہ آسان ہیں، یہ اور اس طرح کی متعدد تعلیمی ہدایات ہیں جو حضرات صحابہ کرامؓ یا تابعین اور ان کے اصحاب سے منقول ہیں اور ان میں سے ہر ایک ہدایت ہمارے تعلیمی نظام اور دینی تعلیمی خدمات میں مشغول افراد کے لیے مشعلِ راہ اور مینارۂ نور ہے۔ یہ سب چیزیں درجنوں کتابوں کی بے شمار جلدوں میں ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں، قاضی صاحب نے ان بکھرے ہوئے دانوں کو نہایت دیدہ وری اور حسن ترتیب کے ساتھ ایک لڑی میں

پرو کر ایسا خوشنما اور دلآویز مجموعہ تیار کیا ہے، جس کا ہر ورق لائق مطالعہ اور ہر باب جہانِ علم و بصیرت ہے۔ اور یہ بات نہایت خوشی کی ہے کہ شیخ الہند اکیڈمی کو اس اشاعت کا موقع ملا۔ راقم سطور اس بلندپایہ کتاب کی اشاعت پر شیخ الہند اکیڈمی کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔

یہ کتاب تمام اہل علم و ذوق خصوصاً علماء اور ان طلبا کے لیے ایک قابل قدر تحفہ اور بہترین دینی تعلیمی رہ نما ہے، جن کا مقصد زندگی اور دن رات کا مشغلہ ہی قرآن و سنت کی تعلیم و اشاعت اور طریقۂ سنت و شریعت کی تلاش و جستجو ہے۔ نیز اس کتاب کا ان طلبہ کے لئے مطالعہ نہایت مفید ہے جو حدیث کی تعلیم کا آغاز کر رہے ہوں، اس لیے اس کو مشکوٰۃ شریف کی تعلیم کے ساتھ مطالعہ کی بنیادی کتابوں میں شامل کرنا موزوں ہوگا۔

تحقیق اور حوالوں سے مالا مال اس کتاب میں کم سے کم ایک روایت ایسی بھی نظر سے گزری جو فرط شہرت کے باوجود صحیح نہیں یہ روایت حضرت قاضی صاحب نے ابن خلکان کے حوالہ سے (مدرسہ ربیعہ رائے کے تحت) نقل کی ہے جو اس طرح ہے کہ:

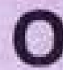
> حضرت ربیعہ رائے کے والد فروخ اپنی بیوی کے پاس تیس ہزار دینار رکھ کر خراسان کی مہم پر چلے گئے تھے، اس وقت ربیعہ شکم مادر میں تھے، ستائیس سال کے بعد مدینہ واپس آئے اور دروازہ پر دستک دی، اندر سے ایک نوجوان نکلا اور کہا تم اجنبی میرے مکان میں گھسنا چاہتے ہو، فروخ نے غصہ میں کہا کہ تم میرے حرم میں کیسے داخل ہو گئے اور دونوں میں ہاتھاپائی ہونے لگی، لوگ جمع ہو گئے، ربیعہ رائے کے تلامذہ بھی آگئے فروخ کی بیوی کو بھی خبر لگ گئی اور باہر آکر کہا کہ یہ میرے شوہر ہیں اور یہ میرا لڑکا ہے۔ ص ۲۶۵

مگر ابن خلکان کی یہ روایت درست نہیں، امام ذہبی نے "سیر اعلام النبلاء" میں یہ روایت پوری سند کے ساتھ نقل کی ہے اور اس کو غلط کہا ہے اور اس واقعہ

کے صحیح نہ ہونے کی متعدد وجوہ بیان کی ہیں، جن میں سے ہر اک وجہ اس قصہ کے فرضی ہونے کا اعلان کر رہی ہے، اس واقعہ کا آغاز ہی امام ذھبی نے ایسے عنوان سے کیا ہے جس سے اس کا بے اصل ہونا صاف معلوم ہو رہا ہے ذکر حکایة باطلة قد رویت (١)۔

ربیعۃ الرائے سے منسوب یہ واقعہ تقریباً انھیں الفاظ مین جو امام ذھبی نے لکھے ہیں علامہ سخاوی نے المجالسة للدینوری کے حوالہ سے نقل کیا ہے حافظ سخاوی نے اس کے بعد امام ذھبی کی ناقدانہ رائے مفصل درج کی ہے اور اس پر خود کوئی تبصرہ نہیں کیا، یعنی حافظ سخاوی بھی علامہ ذھبی کی اس رائے سے حرف بحرف متفق ہیں (٢)۔

اس اہم کتاب میں اشاریہ اور کتابیات وغیرہ کی فہرستوں کی کمی بھی بہت محسوس ہوئی، اہم علمی کتابوں کے لیے مفصل اشاریہ اور کتابیات کی فہرستیں نہایت ضروری ہیں اور اس کی کتابت بھی کچھ جلی محسوس ہوئی۔ اسی کتابت کی ڈیمائی سائز پر طباعت بھی اچھی معلوم ہوتی اور سائز بھی نسبتہً بہتر اور زیادہ موزوں ہو جاتا۔ ان معمولی فروگذاشتوں سے قطع نظر کتاب ہر پہلو سے لائق تحسین اور اصحابِ فضل وکمال کے لئے بہترین تحفہ ہے۔



مولانا شاہ عبدالرحیم مجددی نمبر۔ ماہنامہ ہدایت جے پور۔

مرتب: امین الدین شجاع الدین۔

پتہ: جامعہ ہدایت پوسٹ باکس ٢٥ جے پور۔ ٣٠٢٠٠١۔

کتابت و طباعت بہتر، صفحات ٢١٦، قیمت ٢٥ روپئے۔

جامعہ ہدایت جے پور کا برصغیر ہند میں مسلمانوں کے ان تعلیمی اداروں

(١) ربیعہ رائے اور فروخ سے منسوب اس واقعہ کی تفصیل اور اس کے صحیح نہ ہونے کی وجوہات کے لیے ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ص ٩٣ تا ٩٥۔ جلد ٦ طبع دوم، (بیروت: ١٤٠٢ھ)۔

(٢) التحفة اللطيفة فی تاریخ المدینة الشریفة ص ٥٧، ٥٨۔ ج ٢ (قاهره: ١٣٩٩ھ)۔

میں شمار ہے جو اگرچہ بالکل نئے ہیں لیکن کچھ کر دکھانے اور مسلمانوں کے علمی تعلیمی معیار میں انقلاب لانے کا ارادہ رکھتے ہیں جامعہ ہدایت کے بانی مولانا شاہ عبدالرحیم مجددی سلسلہ مجددیہ میں صاحب اجازت اور مشہور شیخ تھے۔ یہ خاص نمبر ان کے کی حیات و کمالات اور خدمات کا مرقع اور متعدد مضامین کا مجموعہ ہے، جس کا آغاز مخدومنا حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے مضمون سے ہوتا ہے حضرت مولانا کے تاثرات کے علاوہ کئی علماء اہل قلم اور مولانا شاہ عبدالرحیم کے منتسبین و متعلقین نے مولانا کے ساتھ بیتے ہوئے ایام کا ذکر کیا ہے، مولانا کے شب و روز کے نظام حسنِ اخلاق، حسنِ تربیت اور کمالات و محاسن کی ایسی دلکش روداد بیان کی ہے کہ ان لوگوں کو جنھیں مولانا عبدالرحیم کی زیارت کا موقعہ نہیں ملا ہے بار بار اپنی محرومی کا احساس ہوتا ہے کہ وہ کیوں مولانا کی زیارت سے محروم رہے۔

جامعہ ہدایت نے یہ نمبر شائع کر کے مفید خدمت انجام دی ہے۔ خدا کرے یہ نمبر مقبول ہو اور مولانا کی سیرت کے نقوش جامعہ ہدایت کی رہنمائی کرتے رہیں۔

گرامی نامے

مولانا انظر شاہ مسعودی (کشمیری) دارالعلوم (وقف) دیو بند۔

آپ کا شاندار، دیدہ زیب، تحقیقی و علمی، مجلہ ایک واسطہ سے مجھ تک پہونچا، کاش کہ مجلہ بلا واسطہ پہونچتا، لیکن آپ نے سمجھا ہو گا اور صحیح سمجھا، کہ ایک اجہل کو بھیجنے سے کیا فائدہ کہ : قدرِ گوہر شاہ داند یا بداند جوہری اور یہ شاہ نہ تاج پوش، نہ قدر شناس جوہری، اور یہ تو آپ کو خوب معلوم ہو گا کہ نام کے ساتھ شاہ کا الحاق رسمی و اسمی ہے نہ کہ حقیقی و واقعی، تاہم آپ کی اس تعدی کے باوجود جزاء سیئة بسیئة مثلھا پر عمل نہ کرتے ہوئے عرض پرداز ہوں کہ اس قدر علمی، بباطن تحقیقی، بظاہر باغ و بہار، بلکہ سراپا گلزار، جس کی ایک ایک سطر علمی مرغزار، اور ہر صفحہ رخ زیبائے نگار کب دیکھنے میں آیا ہو گا، اور کس نے اتنا حسین، دلکش مرقع و گلدستہ تیار کیا ہو گا، یہ تو آپ نے صحیح سمجھا کہ کم سواد بلکہ بے سواد ہوں، لیکن تاریخ، سوانح، سفر نامے، انکشافات، علمی اکتشافات میرے موضوع ہیں۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مرحوم سے ہمیشہ اصرار کرتا کہ وہ اپنی سوانح قلمبند فرمائیں، حضرت نانوتوی کو چھوڑ کر باقی سب اکابر کو انھوں نے دیکھا و برتا تھا، سوانح مستحضر تھے، قصصِ اکابر ان کے خزانۂ عامرہ میں ترو تازہ تھے، ہر ایک کی خصوصیات و ممیزات پر تام اطلاع تھی، اردو انشاء کافی جاندار، نکتہ آفرینی ان کے سامنے دست بستہ کھڑی رہتی، اگر کبھی کو سوانح تحریر فرمادیتے تو سینکڑوں اکابر سے متعلق مستند تاریخ ہاتھ آتی، ولاکن یفعل اللہ مایشاء۔

آپ کے مجلہ کے بعد یہ حسرت ختم ہو گئی، اب اکابر کی سوانح، افادات محفوظات اور علمی خزانے منظر عام پر آئیں گے انشاء اللہ!

اکابر سے ناواقفیت کا یہ عالم ہے کہ حضرت شیخ الہند کا نام نامی بڑے

بڑے علماء و اساتذہ سے "محمود الحسن" سنتا ہوں، حالانکہ اسم گرامی محمود حسن ہے۔
علامہ کشمیری سے متعلق خرافاتی روایات بیان کی جاتی ہیں، مثلاً "نور الایضاح" والا واقعہ، حالانکہ ان کا سفرِ مصر ہوا ہی نہیں۔ نقش دوام "سوانح علامہ مرحوم میں اس من گھڑت قصہ کی جم کر تردید کرچکا ہوں، بلکہ اب تو یہ عالم ہے کہ اکابر کی سوانح سے ناواقفیت، اپنی مادر علمی کی تاریخ سے لاعلمی قریب العہد اساتذہ کے بھی حالات پر اطلاع نہیں، چہ جائیکہ متقدمین سے کچھ واقفیت ہو۔

سوال یہ ہے کہ اس صورت حال کو بدستور چلنے دیا جائے یا:

نوارا تلخ ترمی زن چو ذوق نغمہ کم یابی
حدی را تیز ترمی خواں چو محمل را گراں بینی

پہلا طریقہ معطلین و مغلوجین کا ہے، دوسرا طرز ارباب عزیمت و ارباب ہمم کا، ماشاء اللہ آپ تو دوسرے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں، نہ کہ اول سے، مجلات میں نئے بھی نکالے، مگر علمی تحقیقی مہذب و مزین مجلات کی قدر کون کرتا ہے، غلیظ لٹریچر خوب درآمد کیا جا رہا ہے۔ ان مایوس کن حالات میں خدا تعالی آپ کا معین و مددگار ہوگا۔ انما الاعمال بالنیات۔

خدا کرے آپ خیریت سے ہوں
والسلام

مولانا مفتی احمد حسن ٹونکی۔ مقیم جے پور۔

سہ ماہی احوال و آثار کا دوسرا سامنے ہے جن عزائم کو سامنے رکھ کر رسالہ کا اجراء عمل میں لایا گیا ہے وہ خیر ہی کے عزائم ہیں، اکابرِ اسلام ان کے علمی و اصلاحی احوال و واقعات کا بیان، تاریخ ہی نہیں، اعمالِ صالحہ کی طرف رہنمائی بھی ہے، انشاء اللہ یہ تذکرے، قصص الاولین، مواعظ الآخرین ثابت ہونگے اور تحقیقی معلومات، نگارشات کو علمی و دینی حلقوں میں مقامِ پذیرائی حاصل ہو گا۔

احمد حسن ٹونکی۔ جے پور۔

مولانا مرغوب احمد صاحب۔ لاجپور، سورت (گجرات)۔

حق تعالی آپ کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور رسالہ کو ہر طرح کی

ترقیات عطا فرمائے، اور اس سلسلہ کی تمام رکاوٹوں کو بھی دور فرمائے۔ پرچہ بہت پسند آیا۔ مضامین بھی تاریخی اور معیاری، حاشیہ کا طرز بھی قدیم، اور آسان اور عمدہ ہے اس طرح حاشیہ جاری رکھیں۔ فقط

مرغوب احمد، لاجپور۔ (سورت)

مولانا مبین احمد قاسمی مدرسہ خادم الاسلام، ہاپوڑ۔

ابھی کل گذشتہ احوال و آثار کا دوسرا شمارہ بدست مولانا امجد صاحب قاسمی موصول ہوا جستہ جستہ پڑھنے کا موقع ملا طبیعت بے حد خوش ہوئی، آپ نے ماشاء اللہ بزرگوں کی سوانح اور احوال شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ اگرچہ بڑی کتابوں میں سوانح نگاروں نے تفصیل سے حالات ذکر فرمائے ہیں، مگر اس دور میں رسائل اور اخبارات میں ہر چیز تقریباً نایاب یا کم از کم نادر ضرور ہے، اللہ تعالی آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے، اس نسل اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ اللہ تعالی آئندہ بھی اور زیادہ علمی ذخیرہ اور نوادر منظر عام پر لانے کی توفیق بخشے علائق و عوائق کو دور فرمائے۔ آمین۔ واللہ الموفق والمعین۔

فقط والسلام

مبین احمد قاسمی (از مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ)

جناب محبوب الرحمن صاحب فاروقی، ایڈیٹر ماہ نامہ آج کل، دہلی۔

ماشاء اللہ بہت اچھا رسالہ نکال رہے ہیں، اور وقت کی بہت اہم ضرورت کو پورا کر رہے ہیں۔ ہمارے جیسے لوگ جو بہت کم بزرگان دین سے واقف ہیں، ان کے لئے رسالہ مشعلِ راہ ہے، اللہ آپ کو جزائے خیر دے، آمین۔ ان پر مختصر تبصرہ جلد ہی شائع کرونگا۔

محبوب الرحمن فاروقی۔

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، نورالحسن راشد کاندھلوی نے فائن آفسیٹ ورکس، دہلی سے چھپوا کر دفتر احوال و آثار، حضرت مفتی الہی بخش اکیڈمی، مولویان، کاندھلہ، ضلع مظفر نگر-۲۴۷۷۷۵ سے شائع کیا۔

خاص نمبر بیاد حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی

احوال و آثار کا آئندہ شمارہ تبلیغی جماعت کے مرحوم امیر حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے احوال و تذکرہ پر مشتمل خاص نمبر ہوگا جس میں تبلیغی جماعت کی ابتداء سے حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ تک سب اکابر کا تعارف حضرت مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ پر مفصل سیر حاصل تذکرہ اور ان سب کی تحریروں وغیرہ کے عکس اور نادر معلومات شامل ہوں گی یہ شمارہ تقریباً سوا دو سو (۲۲۵) صفحات پر مشتمل ہوگا، جو احوال و آثار کے باقاعدہ خریداروں کو سالانہ قیمت میں دیا جائے گا۔

اس قیمتی خاص نمبر میں (جو امید ہے کہ پوری مسلم دنیا میں پڑھا جائے گا) اشتہار دے کر موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ اور رسالہ کے زیادہ سے زیادہ خریدار بنائیں تاکہ ان کو یہ شمارہ کم قیمت پر مل جائے۔

نورالحسن راشد کاندھلوی

حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی

کاندھلہ

ایم ایم کمپیوٹر پوائنٹ، ۳۱۵۸ گلی عزیز الدین وکیل، کوچہ پنڈت، لال کنواں، دہلی - ۱۱۰۰۰۶
فون نمبر - ۵۲۹۵۲۸